سراجاً منیراً نگارِ مدینہ
تجلّیِ مکّہ، بہارِ مدینہ

سراجِ منیر

مخدوم اہلِ سنت شیخ القرآن علّامہ ابو الحقائق صاحب ہزاروی
دامت برکاتہم القدسیہ

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا
وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا

سراجاً منیرا نگارِ مدینہ — تجلّی مکّہ، بہارِ مدینہ

سراجِ منیر

من الافاضات

بحر العلوم اُستاذ العلماء رازیِ وقت مخدومِ اہلسنّت
شیخ القرآن مولانا الحاج پیر ابو الحقائق محمد عبد الغفور صاحب ہزاروی وزیرآبادی
دامت برکاتہم العالیہ

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

ناشر: ... صاحبزادہ مفتی [illegible]د الشکور ہزاروی

طباعت: ... پاکستان پرنٹنگ [illegible]

کتابت: ... [illegible] نویس، فقیر آباد

اشاعت: ... بار اوّل

تعداد: ... ایک ہزار

قیمت: ... ایک روپیہ پچیس پیسے

[illegible]

ملنے کا پتہ:

[illegible]

دفتر [illegible]، جامع مسجد [illegible]

[illegible]

دفتر ادارہ علمیہ، [illegible] گکھڑ منڈی

میر محمد عارف قادری عفی عنہ

حرفِ اوّل

مجھے سیدی و سندی استاذ العلماء [illegible]

[illegible] القرآن [illegible] محمد عبد الغفور [illegible]

[illegible]

ان مختلف محافل میں علامہ شیخ القرآن نے مسئلہ نور پر نہایت محققانہ و فاضلانہ خطبات [illegible]

[illegible] قیمتی سرمایہ [illegible] ایک

بیش قدر اثاثہ ہے۔ عنوان کی اہمیت و جامعیت اور وقت کے تقاضے کا احساس رکھتے ہوئے

بصیرت افروز ارشادات کو ضبط [illegible] کے حقائق و معارف اور

براہین و دلائل سے لبریز بیانات کا مکمل طور سے ضبط کرنا ہر ایک شخص کا کام نہیں۔ ان جواہر نفیسہ

[illegible] جمع کرنا، مجھ جیسے کم علم [illegible]

کم حیثیت [illegible] بمصداق مَا لَا یُدْرَكُ كُلُّهٗ لَا یُتْرَكُ كُلُّهٗ [illegible] بیانات

اپنے ذوق کی تسکین کے لئے جمع کرتا رہا۔

گرچہ از نیکاں نیم خود را بہ نیکاں بستہ ام

در ریاضِ آفرینش رشتۂ گلدستہ ام

محترم اربابِ عقیدت و بصیرت عرصہ سے تقاضا فرما رہے تھے کہ ان حقائق و لطائف اور

رموز و معارف کو صفحۂ قرطاس پر لایا جائے، تاکہ احباب اہل سنت اور علم دوست و حق پرست اصحاب کی روحانی زندگی اور دینی ترو تازگی کا باعث ہوں۔

ارباب شوق کے اس فرمان کو دینی سعادت سمجھتے ہوئے آج اس گلدستۂ علم و عرفان کو ان کی خدمت میں پیش کرنے کا شرف بے پایاں حاصل کرتا ہوں۔

خداوند بلند و برتر اس علمی تحقیق اور دینی خدمت کو اپنی اور اپنے محبوب دلنواز محمدؐ پاک سیّد لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وبارک وسلّم کی محبت، ایمان کامل اور حسن خاتمہ کا کامیاب ذریعہ بنائے، آمین!

ہر آیت، ہر روایت اور ہر واقعہ کا حوالہ لکھ دیا گیا ہے اور اس طرح میں نے اپنا وہ فرض ادا کر دیا ہے، جو بحیثیت المرتّب میرے ذمّہ تھا۔

وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ

طالب شفاعت:

محمد عبد الصبور منشور (ہزاروی)

درویش بے گلیم و فقیر بے کلاہ

جامع صدیقیہ، گکھڑ منڈی

۱۲۔ ربیع الاوّل ۱۳۸۲ھ

بصد نیاز و عقیدت

میں اپنی زندگی کی اس اوّلین علمی پیشکش کو جسے عزیزی المحترم پیرزادہ محمد عبد الصبور بیگ مشہور باغدروی خطیب گکھڑ نے میری ہدایت و منشا کے مطابق مرتّب کیا ہے آفتابِ شریعت ماہتابِ طریقت قبلۂ دیں و کعبۂ ایماں سیدی وسندی و مرشدی و مولائی شیخ المشائخ حضرت قطب عالم مولٰنا الحاج السیّد مہر علی شاہ صاحب قدس سرّہ العزیز کی بارگاہِ عظمت پناہ میں پیش کر کے شفاعت و نجات کا امیدوار ہوتا ہوں، جن کی ادنیٰ نگاہِ کرم سے کئی ذرّوں نے مہرِ درخشاں کی تابانی پائی اور کئی قطروں نے بحر بیکراں کا مقام حاصل کیا ——— یہ بھی انہی کی روحانی دستگیری، قلبی اعانت اور خصوصی دعا کا ثمرہ ہے کہ آج مجھ ایسے بے مایہ انسان کا شمار اہلسنت کے ممتاز علماء کی صف میں ہوتا ہے

ہم نے پھولوں کو چھوا مرجھا کے کانٹے ہو گئے
تم نے کانٹوں پر قدم رکھا گلستاں کر دیا

اے عظمت و سیادت کے آفتاب عالمتاب! تیرا ادنیٰ غلام تیرے ہی جلوؤں کا ایک حقیر نذرانہ لئے تیرے حضور حاضر ہے۔ للہ قبول فرمائیے!

اک نظر کی آرزو میں ہے جہانِ آرزو

خادم آستانۂ غوثیہ:
فقیر محمد عبد الغفور ہزاروی

تقریظ [illegible]

[illegible]

یا صاحب الجمال و یا سید البشر

[illegible]

من وجهک المنیر لقد نور القمر

[illegible]

لا یمکن الثناء کما کان حقه

[illegible]

بعد از خدا بزرگ توئی قصه مختصر

[illegible]

[illegible] شاه عبد الرحیم [illegible]

[illegible] ۱۱۱۶ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ [illegible]

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ اَلْحَمِيْدُ [illegible] قَبْلَ كُلِّ نُوْرٍ وَنُوْرٍ بَعْدَ

كُلِّ نُوْرٍ [illegible] النُّوْرُ

[illegible]

[illegible]

اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم قد جاءکم

من اللہ نور وکتاب مبین [illegible]

[illegible]

[illegible] حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

[illegible] کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی

خلقت اپنے ذاتی نور سے فرمائی اور پھر اس نور پاک کو [illegible] اور مطہرہ جسمانیت کا

لباس پہنا کر انسانوں کی [illegible] میں مبعوث فرمایا۔ یعنی ہم

اہلِ سنت سرورِ عالم نُورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ فرشتوں کی طرح نُورِ محض تسلیم کرتے ہیں اور نہ منکرینِ شانِ نُورانیت کی مانند اپنے جیسا بشر مانتے ہیں۔ ع

برزخ ہیں وہ بحرِ اللہ یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

خداوند قدوس نے جس طرح آپ کی ذاتِ اقدس کو عالمِ قدس کی نُورانی اور روحانی نزہتوں اور حقیقتوں سے نوازا ہے اسی طرح عالمِ شہادت کے حقائقِ جسمیہ و ماہیاتِ مادیہ سے بھی متصف فرمایا ہے، تاکہ خاتم الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی جامعیتِ کبریٰ میں کوئی کمی اور نقص باقی نہ رہ جائے ؎ "آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری"۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت فرشتوں سے زیادہ روشن اور پاکیزہ ہے اور آپ کی بے مثل بشریت ملائکہ کی ملکیت سے افضل و اعلیٰ اور برتر و بالا ہے، جو ہر طرح کی بشری کثافتوں اور ہر قسم کی نجاستوں، غلاظتوں اور تاریکیوں سے قطعاً پاک اور طیب و طاہر ہے۔ قدرت نے اپنے محبوبِ دلنواز صلی اللہ علیہ وسلم کو صورت و سیرت، جسم و روح اور ظاہر و باطن کے اعتبار سے خوبی و کمال اور حسن و جمال کا "معیارِ آخر" بنا کر بزم کائنات میں بھیجا تھا۔ بے شک رسالتمآبؐ کے باطن کی نورانیت ہی نہیں ظاہر کی بشریت بھی بے نظیر و بے مثال تھی۔ انسان کے حسن و جمال اور زیبائی و رعنائی کے تمام شاعرانہ و ادیبانہ استعاروں اور تشبیہوں کی جہاں انتہا ہوتی ہے، محبوبِ فطرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حُسن و زیبائی اور خوبی و رعنائی کا وہاں سے آغاز ہوتا ہے ؎

رُخِ مصطفےٰؐ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ

نہ ہماری بزمِ خیال میں نہ دُکانِ آئینہ ساز میں

خداوند ذوالجلال نے اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خلقت اپنے نور سے فرما کر بشری لباس میں اس لئے مبعوث فرمایا تاکہ انسان رُشد و ہدایت کی دولت سے سرفراز ہو سکیں۔ اگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حقیقی حسن و جمال میں جلوہ گر ہوتے تو انسان نہ صرف فیض و برکت سے بلکہ دیدار پُر انوار کی سعادت سے بھی محروم رہتے۔ جیسا کہ حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلوی مدارج النبوۃ جلد اوّل صفحہ ۱۰۹-۱۱۰ میں ارقام فرماتے ہیں:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم از فرق تا بقدم ہمہ نور بود کہ دیدۂ حیرت در جمال و کمال خیرہ می شود مثل ماہ و آفتاب تاباں و روشن بود و اگر نقاب بشریت پوشیدہ بودے ہیچ کس را مجال نظر و ادراک حسن اُو ممکن نبودے۔"

علّامہ زرقانی جلد پنجم صفحہ ۱۹۸ پر تحریر فرماتے ہیں:

فاعطیٰ نبینا صلی اللہ علیہ وسلم الحسن کلا قَالَ الْقَرطبیُّ لَمْ یَظْهَرْ لَنَا تَمَامُ حُسْنِہٖ صلی اللہ علیہ وسلم رفقا من اللہ تعالیٰ لانہ لو ظہر لنا تمام حسنہ لما اطاقت اعیننا رویتہٗ صلی اللہ علیہ وسلّم

"اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلّم کو حُسن تمام عطا فرمایا ہے۔ امام قرطبی فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا تمام حُسن و جمال ہم پر ظاہر نہیں ہوا، یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم ہے ورنہ ہماری آنکھیں آپ کے دیدار کی طاقت نہ رکھتیں۔"

علّامہ علی قاری محدّث جمع الوسائل لشرح الشمائل جلد دوم صفحہ ۷ پر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کے حسن و جمال کا تذکرہ اِن الفاظ میں کرتے ہیں:

ان جمال نبینا صلی اللہ علیہ وسلم کان فی غایۃ الکمال وان جملۃ صفاتہ وکثرۃ ضیائہ علی ما روی ان صورتہ کان یقع نورہا علی الجدار لکن اللہ ستر عن اصحابہ کثیرا من ذالک الجمال الزاہر والکمال الباہر اذ لو برز الیہم لصعب النظر الیہ علیہم۔

"سرورِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن وجمال انتہائی درجۂ کمال پر تھا اور یہ روایت آپ کی انتہائی رعنائی اور کثرتِ نورانیت پر دال ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویرِ منیر کا نور دیواروں پر پڑتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے روشن جمال اور نورانی کمال کو اصحاب کرام کی نگاہوں سے پوشیدہ رکھا اگر وہ پوری آب وتاب سے جلوہ فگن ہوتا تو صحابہ کو آپ کے چہرۂ انور کی طرف دیکھنا مشکل ہو جاتا۔"

یہی علامہ موصوف اسی کتاب کی جلد اوّل صفحہ ۹ پر لکھتے ہیں:

قال بعض الصوفیۃ اکثر الناس عرفوا اللہ عزوجل وما عرفوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لان حجاب البشریۃ غطی ابصارہم۔

"صوفیائے کرام نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت اکثر لوگوں کو حاصل ہے مگر رسول پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفتِ تامہ کسی کو بھی حاصل نہیں اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بشری حجاب اُن کی آنکھوں کے لئے پردہ ہے یعنی آپ کا بشری لباس آپ کی حقیقت نفس الامری کو ظاہر نہیں ہونے دیتا۔"

مندرجہ بالا حقیقت کو خود رسالتمآب نے یوں ارشاد فرمایا ہے:

یَا اَبَا بَکْرٍ لَمْ یَعْرِفْنِیْ حَقِیْقَۃً غَیْرُ رَبِّیْ۔ اے ابوبکرؓ! مجھے جیسا حقیقت میں میں ہوں، میرے رب کے سوا کسی نے نہ پہچانا۔

تم ذاتِ خُدا سے نہ جُدا ہو نہ خُدا ہو
اللہ ہی کو معلوم ہے کیا جانیئے کیا ہو

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی اپنے والدِ ماجد شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عجیب وغریب خواب اپنی کتاب دُرِ الثمین فی مبشرات النبی الامین میں نقل کرتے ہیں کہ "میرے والد ماجد حبیب سرورِ عالم نورِ مجسّم صلی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت سے مشرف ہوئے تو اُنھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! سیّدنا یوسف علیہ السلام کے حُسن وجمال کا یہ عالم تھا کہ مصر کی دوشیزاؤں نے عالمِ وارفتگی میں اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے، مگر جناب کو دیکھ کر کسی پر ایسی کیفیت طاری نہیں ہوئی، یہ کیا بات ہے؟

فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَمَالِیْ مَسْتُوْرٌ عَنْ اَعْیُنِ النَّاسِ غَیْرَۃً مِنَ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ وَلَوْ ظَھَرَ لَفَعَلَ النَّاسُ اَکْثَرَ مَا فَعَلُوْا حِیْنَ رَاَوْ یُوْسُفَ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا، اے عبدالرحیم! اللہ تعالیٰ و تبارک نے غیرت کی وجہ سے میرا حُسن وجمال لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رکھا ہے، اگر میرا حسن وجمال آشکارا ہو جائے تو لوگوں کا حال اُس سے بھی زیادہ ہو جو یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر ہوا تھا۔

اک جھلک دیکھنے کی تاب نہیں عالم کو
وہ اگر جلوہ کریں کون تماشائی ہو؟

مولانا مولوی محمد قاسم صاحب بانی دارالعلوم دیوبند کے نعرۂ حق کی بھی داد دیجیئے۔

رہا جمال پہ تیرے حجاب بشریّت
نہ جانا کون ہے کچھ بھی کسی نے جز ستّار

رہا یہ اعتراض کہ لطافت و کثافت اور نورانیت و بشریت کا کسی فرد واحد میں جمع ہونا ممکن نہیں تو یہ قرآن و حدیث سے پوری ناواقفیّت اور جہالت کی دلیل ہے۔ قرآن عظیم اور حدیث نبوی میں کئی ایک ایسی واضح اور روشن مثالیں موجود ہیں، جن میں نوری حقیقتوں کا بشری صورتوں میں ظاہر ہونا بیان کیا گیا ہے۔ دو ایک مثالوں سے لطف اندوز ہوں۔

مجسمۂ عفت حضرت مریمؑ کے پاس حضرت روح الامین جن کی حقیقت ملکی ہے انسانی صورت میں تشریف لائے اور حضرت مریم علیہا السلام نے بھی بلاکم وکاست حضرت جبریل علیہ السلام کی صورت انسانی دیکھ کر آپ کو انسان سمجھا۔ قرآن عظیم اس واقعۂ عجیبہ کو اس عنوان سے بیان کرتا ہے:

فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا (سورۂ مریم)

(پھر بھیجا ہم نے اس کے پاس اپنا فرشتہ، پھر بن کر آیا اس کے آگے آدمی پورا) (محمود الحسنؒ)

حضرت ابراہیمؑ اور حضرت لوط علیہم السلام کے پاس کئی ایک فرشتوں کا انسانی صورت میں تشریف لانا قرآن کریم کی متعدد آیات میں مذکور ہے۔

اور بخاری شریف کتاب الایمان کی حدیث میں حضرت جبریل امین کا بارگاہ رسالتمآبؐ میں حاضر ہونا جس کی حاضری کا ذکر حضرت فاروق اعظمؓ ان واضح الفاظ میں کرتے ہیں:

اِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيْدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ شَدِيْدُ سَوَادِ الشَّعْرِ لَا يُرٰى عَلَيْهِ اَثَرُ السَّفَرِ الخ

ان واقعات صحیحہ سے معلوم ہوا کہ اطلاقِ بشریت سے حقیقت بشریت لازم نہیں آتی۔ قرآن وحدیث کے اطلاقِ بشریت کے بعد جبریل امین اور دیگر ملائکہ کی حقیقت بشری متوہم نہیں ہوسکی بلکہ اُنکی حقیقت ملکی نورانی ہی رہی اور ان ارشاداتِ عالیہ سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ نورانیت، و بشریت میں تضاد نہیں۔ ان کا ذاتِ احد میں جمع ہونا نہ صرف ممکن بلکہ واقعہ ہے۔ حضورؐ کی صورتِ بشری سے حضورؐ کو ظاہراً و باطناً بشر سمجھنا اور نوری نہ سمجھنا اگر ایمان کا کوئی حصہ ہے تو پھر جبریل امینؑ اور دیگر ملائکہ کو شکل انسانی اور لباس بشری میں جلوہ گر دیکھ کر اپنے جیسا انسان کیوں خیال نہیں کیا جاتا اور کیوں اُن کی حقیقت کو اس لباس بشری میں نوری سمجھا جاتا ہے۔ کیا جس مصلحت کی بنا پر ان فرشتوں کو بصورتِ بشری بھیجا گیا تھا وہ مصلحت حضرت رسول کریمؐ کو صورتِ بشری میں ظاہر اور مبعوث الی الخلق فرمانے میں قرینِ عقل و نقل نہیں؟

معلوم ہوا کہ اطلاقِ بشریت سے حقیقت بشریت لازم نہیں آتی۔ بیشک ہم اہل سنت حضرت جبریل امین اور دیگر ملائکہ کی حقیقت ملکیہ اور ان کی ظاہری بشریت سے حقیقت محمدیہ اور اُن کی بے مثل بشریت کو بدرجہا افضل و اعلیٰ تسلیم کرتے ہیں۔

لاریب، حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم اسی بے مثل بشریت کے ساتھ عرش و کرسی اور لامکان کی ازلی و ابدی فضاؤں میں پرواز فرماتے رہے ؎

آنجا کہ جائے نیست تو آنجا رسیدہ
و آنرا کہ کس نہ دید تو آنرا بدیدہ

سرورِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ہر خوبی اور ہر کمال میں وحدہٗ لاشریک ہیں۔ کوئی بھی فضائل و کمالات میں آپ کا شریک و سہیم نہیں، اس پوری کائنات میں محمدؐ پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم

کی نورانیت و بشریت آپ اپنا جواب ہے ؎

دونوں جہان آئینہ دکھلا کے رہ گئے

لانا پڑا محققین کو تمہاری مثال میں

سرورِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی قدر میں یہ دونوں کمال علی وجہ الاتم موجود ہیں۔ اس لئے آپ کی کتاب زندگی مختلف قسم کے نورانی اوصاف اور بشری احوال کا مرقع نظر آتی ہے، نورانی اوصاف تقاضائے نورانیت محقق ہوتے ہیں اور بشری احوال تقاضائے بشریت ظہور پذیر ہوتے ہیں کبھی کسی مصلحت اور حکمت کی بنا پر نورانی اوصاف جلوہ نما ہوتے ہیں اور کبھی کبھی بشری احوال کا اظہار مقصود ہوتا ہے۔ چنانچہ صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ متعدد بار فرشتوں نے آپ کا سینۂ اقدس چاک کر کے قلب اطہر کو باہر نکال کر شگاف دیا۔ سینہ کا چاک کرنا اور قلبِ اطہر کو شگاف دینا یہ حضور علیہ السلام کی بشریت مطہرہ کی دلیل ہے اور فرشتوں کا سینۂ اقدس بغیر آلہ کے چاک کرنا اور جسدِ اطہر سے خون کا نہ نکلنا یہ آپ کی نورانیت کی بیّن دلیل ہے۔

صاحب روح البیان جلد پنجم صفحہ ۱۰۶ پر لکھتے ہیں:

فَلَمْ یَکُنِ الشَّقُّ بِاٰلَۃٍ وَلَمْ یَسِلِ الدَّمُ۔ شق صدر کسی آلہ سے نہیں تھا اور نہ اس شگاف سے کچھ خون نکلا

میری اس تمہید سے اُن تمام بیہودہ اور لغو اعتراضات کا قلع قمع ہو گیا جو منکرین شانِ نورانیت کی طرف سے آئے دن ہوتے رہتے ہیں، مثلاً حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت، حضورؐ کے ماں باپ اور اہلِ دھیال کا ہونا، حضورؐ کا کھانا، پینا، سونا اور بیمار ہونا، زخمی ہونے کی حالت میں

جسدِ اطہر سے خون کا نکلنا اور دانتوں کا شہید ہونا وغیرہ وغیرہ یہ تمام احوال بشریت کا خاصہ ہیں اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم حقیقۃً نورِ محض ہوتے تو ان تمام بشری صفات سے پاک ہوتے، اس قسم کے اعتراضات اُن لوگوں پر تو کیے جا سکتے ہیں، جو العیاذ باللہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کے قائل ہی نہیں۔ اہلسنت والجماعت کا حاشا للہ یہ کفریہ عقیدہ ہرگز ہرگز نہیں ہے بلکہ ہم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت مقدسہ کے ساتھ ساتھ حضور والا کی بے مثل بشریت مطہرہ کو بھی تسلیم کرتے ہیں۔ یہ تمام مذکورہ احوال بشریت کی حیثیت سے ظہور پذیر ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شق صدر کے وقت خون کا نہ بہنا، کئی کئی روز بھوک اور تشنگی کا محسوس نہ ہونا، زمین سے آسمان کی بلندیوں تک اور آسمان سے لامکان تک کی سدا بہار فضاؤں میں سیر کرنا، نورانی فرشتوں کو دیکھنا اور اُن سے بالمشافہ گفتگو کرنا، ملائکہ کی وساطت کے بغیر خدائے ذوالجلال سے ہم کلام ہونا اور شاہد ازل کی ازلی و ابدی بہاروں سے لذت یاب ہونا۔ یہ اور اس قسم کے دیگر مافوق البشریت کمالات و تصرفات بتقاضائے نورانیت تھے، کیونکہ بشریت محض ان صفات کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ انسان بحیثیتِ انسان رسالت و نبوت سے سرفراز نہیں ہو سکتا، چہ جائیکہ وہ انسان محض ہو کر مراتب و کمالات کی یہ بلندیاں حاصل کر سکے۔ قرآن عزیز انسان کی اس بے بسی کا ذکر یوں فرماتا ہے:

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ۔ کسی آدمی کی طاقت نہیں کہ اس سے باتیں کرے اللہ مگر اشارہ سے یا پردے کے پیچھے سے یا بھیجے کوئی پیغام لانے والا، پھر پہنچادے اُس کے حکم سے

جو وہ چاہے ۔ (سورہ شوریٰ)

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلّم کے ان مراتبِ عالیہ اور کمالاتِ مافوق البشریت سے روزِ روشن کی طرح ثابت ہوگیا کہ آپ ہمارے جیسے بشر محض نہ تھے بلکہ آپ کی حقیقت نوری تھی اور اس نورِ محض کو بشریتِ مقدسہ اور جسمانیتِ مطہرہ عطا فرما کر انسانوں کی رہنمائی دستگیری کے لیئے مبعوث فرمایا گیا۔

میرے باذوق سُنّی بھائیو!

اس مختصر سی تمہید کے بعد اب میں آپ کے سامنے قرآن و حدیث کے اُن براہینِ قاطعہ اور دلائلِ ساطعہ کو پیش کرنا چاہتا ہوں جن میں حبیبِ کبریا احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا کی نورانیت کا تذکرہ موجود ہے۔

دلائل و براہین

قرآن عظیم:

قرآنِ عظیم میں سرورِ کائنات فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وسلّم کی نورانیت کا ذکر کئی مقام پر شرح و بسط سے کیا گیا ہے۔

۱- قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتَابٌ مُّبِيْنٌ (مائدہ رکوع ۶)

اے لوگو! بیشک تمھارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نورِ عظیم آیا اور ایک کتاب بیان کرنے والی آئی۔

اس آیت کریمہ میں اکابرینِ اہلِ سنّت کے نزدیک نور کا مصداق ذاتِ رسالتمآب اور کتاب سے مراد قرآن عظیم ہے۔ البتہ گمراہ گروہ مثل معتزلہ نے نور اور کتاب مبین دونوں سے مراد قرآن لیا ہے چنانچہ علامہ محمود آلوسی صاحب اپنی تفسیر روح المعانی جلد ششم میں لکھتے ہیں:

قَالَ ابو علی الجبائی عَنیٰ بِالنُّورِ القرآن لِکَشْفِہٖ وَاِظْہَارِہٖ طَرِیقَ الھُدیٰ وَالیَقِین وَاقْتَصَرَ عَلیٰ ذَالِکَ الزَّمخشری یعنی ابو علی جبائی اور زمخشری نے نور اور کتاب مبین کا مصداق قرآن عظیم کو قرار دیا ہے۔ ہر اہلِ علم خوب جانتا ہے کہ ابو علی جبائی رئیس المعتزلہ اور زمخشری امام المعتزلہ ہے۔ امام فخرالدین رازی فرماتے ہیں: "ھذا ضعیف" یہ قول ضعیف ہے۔ ملّا علی قاری نے شرح شفا میں فرمایا ہے کہ "نور اور کتاب مبین دونوں سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہی مراد ہیں۔ حضور مظہر صفات، مظہر ذات، مظہر احکام و اخبار ہیں"۔

علامہ سید آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تحقیق کا خلاصہ یوں لکھا ہے: "وَلَا یَبْعُدُ عِنْدِیْ اَنْ یُرَادَ بِالنُّوْرِ وَالْکِتَابِ الْمُبِیْنِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَا شَکَّ فِیْ صِحَّۃِ اِطْلَاقِ کُلٍّ عَلَیْہِ السَّلَام (روح المعانی)

میرے نزدیک نور اور کتاب مبین دونوں سے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم مراد لئے جائیں تو کوئی بعید بات نہیں اور ہر صفت مذکورہ کا اطلاق بلاشک وشبہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم پر صحیح و درست ہے۔ ہمیں قرآن عظیم کو نور کہنے سے انکار نہیں بلکہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ خداوند قدوس نے قرآن مجید کو بھی نور فرمایا ہے لیکن جمہور مفسرین اور مشاہیر محدثین کے نزدیک اس آیت کریمہ میں نور سے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی اور کتاب مبین سے قرآن عظیم مراد ہے۔ نور اور کتاب کے درمیان واؤ عاطفہ موجود ہے۔

جس کا تقاضا یہ ہے کہ ان دونوں سے مراد دو الگ الگ وجود ہوں، کیونکہ معطوف اور معطوف علیہ میں مغایرت مسلمہ حقیقت ہے۔ مثلاً "جَاءَ حَامِدٌ وَمَحْمُوْدٌ" حامد اور محمود آیا۔ حامد اور محمود دو الگ الگ وجود ہیں، دونوں کی مصداق ایک ذات نہیں۔ اسی طرح یہاں بھی نور اور کتاب دو علیحدہ علیحدہ وجود ہیں جن کا مصداق الگ الگ ہے۔

اس سلسلہ میں چند مستند اور سرمایہ صد نازش و افتخار مفسرین و محدثین کے ارشادات گرامایہ ملاحظہ فرمائیے:

تفسیر کبیر ۳/۳۸۴

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَكِتَابٌ مُّبِيْنٌ۔ ان المراد بالنور محمد صلی اللہ علیہ وسلم وبالکتاب القرآن۔ اس آیت کریمہ میں نور سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور کتاب سے مراد قرآن ہے۔

تفسیر ابن جریر الطبری ۶/۱۶۱

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَكِتَابٌ مُّبِيْنٌ۔ یعنی بالنور محمداً صلی اللہ علیہ وسلم الذی انار اللہ بہ الحق واظہر بہ الاسلام ومحق الشرک فہو نور لمن استنار بہ۔ بیشک آیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور کتاب بیان کرنے والی یعنی نور سے مراد محمد پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے کائنات میں حق کو روشن کیا اور جن کے طفیل اسلام کو چار دانگ عالم میں ظاہر فرمایا اور کفر و شرک کو مٹایا، بیشک آپ نور ہیں اُس کے لیے جو آپ سے نور حاصل کرنا چاہے۔

تفسیر عباسی از حضرت عبداللہ ابن عباسؓ، صفحہ ۷۲

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ۔ اے رسول یعنی محمد بیشک آیا اللہ کی طرف سے نورٌ یعنی

رسول پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

تفسیر روح المعانی ۶/۸۶

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ اے عظیم وھو نور الانوار والنبی المختار صلی اللہ علیہ وسلم والی ھذا اذھب قتادۃ والزجاج۔ بیشک آیا تمھارے پاس نور جو عظیم نور ہے اور وہ نور الانوار نبی مختار محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔ مفسر قرآن علامہ قتادہ اور زجاج کا بھی یہی مذہب ہے۔

تفسیر خازن ۱/۲۵۴

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ۔ انما سماہ اللہ نوراً لانہ یھدی بہ کما یھتدی بالنور فی الظلام۔ بیشک آیا تمھارے پاس اللہ کی طرف سے نور یعنی محمد پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم۔ رب العزت نے اپنے محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی نور رکھا کیونکہ جس طرح نور سے اندھیرے میں راستہ کا نشان ملتا ہے اسی طرح آپ کی ذات انور بھی رشد و ہدایت کے لئے چراغِ راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

تفسیر جلالین صفحہ ۹۷

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ۔ ھو النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ آیا تمھارے پاس نور اور وہ نور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

تفسیر غرائب القرآن ۶/۸۶

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ۔ محمد او الاسلام وکتاب مبین ھو القرآن۔ آیا تمھارے

پاس اللہ کی طرف سے نور یعنی محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم یا دین اسلام اور کتاب مبین یعنی قرآن مجید۔

تفسیر ابو السعود ۴/۲۶

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ۔ قیل المراد بالاوّل ھو الرسول صلی اللہ علیہ وسلم وبالثانی القرآن۔ علمائے کرام نے فرمایا ہے کہ نور سے مراد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور کتاب سے قرآن مجید ہے۔

تفسیر بیضاوی ۲/۲۵۴

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ۔ وقیل یرید "بالنّور" محمداً صلی اللہ علیہ وسلم مفسّرین نے فرمایا ہے کہ نور سے مراد حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلّم ہیں۔

تفسیر مدارک ۱/۲۵۴

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ۔ "النور" محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام لانہ یھتدی بہ کما سمی سراجاً۔ "نور" محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کیونکہ اُن کے ذریعہ سے راہِ ہدایت ملتی ہے جیساکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام نامی "سراج منیر" رکھا ہے۔

تفسیر معالم التنزیل ۲/۲۳

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتَابٌ مُّبِيْنٌ۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلّم یعنی "نور" سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلّم ہیں۔

تفسیر سراج منیر

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ۔ ھو محمد علیہ السلام۔ اس آیت میں نور سے مراد محمد صلی اللہ

علیہ وسلم ہیں۔

تفسیر صاوی ۲/۲۲۱

قَدْ جَاءَکُمْ مِنَ اللّٰہِ نُوْرٌ۔ وھو النبی صلی اللہ علیہ وسلم وسمی نوراً لانہ ینور البصائر ویھدیھا للرشاد ولانہ اصل کل نور حسی ومعنوی۔ آیا اللہ کی طرف سے نور اور وہ نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی نور اس لیے رکھا گیا کہ آپ دلوں کو روشنی اور نورِ بصیرت بخشتے ہیں اور اُن کو صراطِ مستقیم کی نشان دہی کرتے ہیں۔ کیونکہ آپ ہر حسی اور معنوی نور کی اصل اور بنیاد ہیں۔ "ہمہ نور ہا پرتو نورِ اوست"

تفسیر روح البیان ۱/۵۴۸

قَدْ جَاءَکُمْ مِنَ اللّٰہِ نُوْرٌ۔ کان نور النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اولی باسم النور وھذا کان یقول انا من اللہ والمؤمنون منی۔ آیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور یہ نور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور آپ زیادہ لائق ہیں کہ آپ کا نام نامی نور ہو، آپ اسی واسطے فرمایا کرتے تھے کہ میں اللہ کے نور سے ہوں اور مومن میرے نور سے ہیں۔

تفسیر حسینی

قَدْ جَاءَکُمْ مِنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّکِتَابٌ مُّبِیْنٌ۔ گفتہ اند نور حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم است وکتاب مبین قرآن است۔ بیشک آیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور روشن کتاب علمائے کرام فرماتے ہیں کہ نور حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور کتاب مبین قرآن عظیم ہے۔

تفسیر موضح القرآن صفحہ ۱۰۲

تحقیق آئی تم کو اللہ کی طرف سے روشنی کہ کفر کی تاریکی کو دور کرتی ہے اور کتاب ظاہر کرنے والی احکام شریعت کو۔ روشنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور کتاب قرآن ہے۔

مولوی اشرف علی تھانوی رسالہ "النور" ۲۸ ربیع الاوّل ۱۳۳۱ھ

"منجملہ اُن آیات کے (جن میں حضورؐ کا ذکر پاک موجود ہے) ایک آیت یہ بھی ہے جس کی میں نے تلاوت کی ہے (قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ) اور اس کی ایک تفسیر یہ بھی ہے جو میں نے ذکر کی کہ نور سے مراد حضورؐ ہوں۔ اس تفسیر کی ترجیح کی وجہ یہ ہے کہ اس سے اوپر "قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا" فرمایا ہے تو یہ قرینہ ہے اس پر کہ دونوں جگہ جَاءَكُمْ کا فاعل ایک ہو دوسرے اوپر قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا۔ کے ساتھ جو آپ کی شان بیان فرمائی ہے۔ وہ یہ ہے يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِمَّا كُنْتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ۔ یعنی آپ کو مُبَيِّن و مظہر فرمایا ہے اب سمجھئے کہ نور کی حقیقت ہے ظاہر بنفسہ مظہر لغیرہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مظہر کے بہت مناسب ہے کہ "نور" سے مراد آپ ہوں اور اس کے آگے قرآن کی شان میں فرماتے ہیں، كِتَابٌ مُبِينٌ يَهْدِي بِهِ اللَّهُ تو کتاب کو تو آلۂ اظہار فرمایا اور آپؐ کو مُبَيِّن میں خود مظہر فرمایا۔ پس یہ قرینہ ہے تفسیر بالا کا۔"

امداد السلوک ۸۵ - ۸۶

مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی بارگاہِ رسالت میں اپنی عقیدت کا نذرانہ ان زوردار الفاظ میں عرض کرتے ہیں:

"حق تعالیٰ در شان حبیب خود صلی اللہ علیہ وسلم فرمود کہ البتہ آمدہ نزد شما از طرف حق تعالیٰ نور و

کتاب مبین و مراد از نور ذات پاک حبیب خدا ہست و نیز او تعالیٰ فرماید کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ترا شاہد و مبشر و نذیر و داعی الی اللہ تعالیٰ وسراج منیر فرستادہ ایم و منیر روشن کنندہ و نور دہندہ را گویند پس اگر کسے را روشن کردن از انساناں محال بودے آں ذات پاک صلی اللہ علیہ وسلم را ہم ایں امر میسر نیامدے کہ آں ذات پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہم از جملہ اولاد آدم علیہ السلام اند مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ذات خود را چناں مطہر فرمود کہ نور خالص گشتند و حق تعالیٰ آنجناب سلامہ علیہ را نور فرمود و بتواتر ثابت شد کہ آنحضرت عالی صلی اللہ علیہ وسلم سایہ نداشتند و ظاہر است کہ بجز نور ہمہ اجسام ظل می دارند۔"

حق تعالیٰ نے اپنے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ارشاد فرمایا کہ "تمھارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور آیا اور کتاب مبین آئی اور نور سے مراد حضرت حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "اے نبی! ہم نے آپ کو شاہد و مبشر و نذیر اور داعی الی اللہ تعالیٰ اور سراج منیر بنا کر بھیجا ہے اور منیر روشن کرنے والا اور نور دینے والے کو کہتے ہیں۔ پس اگر انسانوں میں سے کسی کو روشن کرنا محال ہوتا تو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کے لئے یہ امر میسر نہ ہوتا، کیونکہ حضور علیہ السلام کی ذات گرامی بھی جملہ اولاد آدم علیہ السلام سے ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات پاک کو ایسا پاک بنا لیا کہ نور خالص ہو گئے اور حق تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نور فرمایا اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سایہ نہ رکھتے تھے اور ظاہر ہے کہ نور کے سوا تمام اجسام سایہ رکھتے ہیں۔

یہ ہیں اہلسنت والجماعت کے وہ جلیل القدر مفسرین اور عظیم المرتبت محدثین جن کی تحریریں

سے روزِ روشن کی طرح یہ واضح ہوتا ہے کہ قرآن عظیم کی اس آیت کریمہ میں "نُور" سے مراد سرورِ عالم نورِ مجسّم صلی اللہ علیہ وسلّم کی ذاتِ گرامی ہی ہے۔ نیز منکرینِ شانِ نورانیت کے تین مستند علماء کی تحریروں سے بھی واضح ہو گیا کہ آیت کریمہ میں نُور سے مُراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہی ہے۔

دلیل دوم:

یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا۔ اے غیب کی باتیں بتانے والے! ہم نے تجھ کو بھیجا حاضر ناظر اور خوش خبری سُنانے والا اور ڈرانے والا اور بلاتے والا اللہ کی طرف اُس کے حکم سے اور چمکتا ہوا چراغ۔

خداوند قدوس نے سرورِ عالم نورِ مجسّم صلی اللہ علیہ وسلّم کے علاوہ کسی نبی یا رسول یا کسی نُورانی مخلوق کو "سراجًا مُنیرا" کے معزز خطاب سے سرفراز نہیں فرمایا۔ پوری کائنات میں یہ فخر تنہا سیّدِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلّم کی ذاتِ اطہر کے لئے ثابت ہے ؎

فجاء محمد سراجًا منیرا — فصلوا علیہ کثیرًا کثیرا

اس اچھوتے خطاب سے آفتاب نصف النّھار کی طرح یہ حقیقت ثابت ہو جاتی ہے کہ ربّ العزّت نے اپنے محبوب دلنواز کی ذاتِ پُرانوار کو سراپا نُور اور پیکرِ نوری بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔

چنانچہ "سراجًا منیرا" کے خطاب میں کئی ایک پوشیدہ حقیقتوں کو اجاگر فرمایا گیا ہے

۱۔ چراغ، دو چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے: ایک اس کا حقیقی وجود جو ادیعہ عناصر سے تیار

ہوا، اور دوسری وہ نورانی کرن جو اُس کے اندر سے نکل نکل کر ماحول کو منوّر کرتی ہے ۔ اسی طرح نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلّم کو سراجاً منیراً کہہ کر اس حقیقت کا انکشاف فرمایا گیا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کی ذات گرامی بھی اپنے اندر دو حقیقتیں پنہاں رکھتی ہے۔ ایک آپ کی نورانی حقیقت جس کا تعلق عالم قدس سے ہے اور دوسری آپ کا وجود عنصری جو عالم شہادت سے تعلق رکھتا ہے یعنی آپ کا وجود باوجود نورانیت اور بے مثل بشریت کا مجمع البحرین ہے۔

۲۔ دنیا کا یہ فانی چراغ کسی وقت بجھ بھی جاتا ہے اور اُس کے نور میں کمی بھی آجاتی ہے۔ نیز چراغ کی ضرورت صرف رات کی تاریکی ہی میں ہوتی ہے۔ اس لئے خداوند قدوس نے اپنے محبوب دلنواز کو صرف چراغ ہی نہیں فرمایا بلکہ سراج کے ساتھ صفت "منیراً" بیان فرماکر ان تمام نقائص وعیوب کی نفی فرما دی کہ ہمارے محبوب مصطفےٰ ایسے روشن چراغ ہیں جو ہر وقت اور ہر ساعت میں روشنی دینے والے اور نور بخشنے والے ہیں، لحظہ بہ لحظہ اور دم بہ دم اس کی تابانیوں اور ضیا پاشیوں میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى اے محبوب! آپ کی ہر پچھلی ساعت علم وکمال اور برکات وحسنات کے اعتبار سے پہلی ساعت سے افضل و اعلیٰ اور بلند و برتر ہے۔

۳۔ دُنیا کا چراغ تہ خانوں، قبروں کے تاریک گوشوں اور دل کی بند کھڑکیوں کو روشن کرنے سے عاجز ہے۔ مگر سراج منیر صلی اللہ علیہ وسلّم نے تاریک خلوت خانوں اور پوشیدہ قبروں تک کو بقعۂ نور بنا دیا اور اپنی نورانی کرنوں سے ضمائر و بصائر اور قلوب و ارواح کو انوار و تجلیات کا وادیٔ ایمن بنا دیا۔

۴۔ "سراج منیر" سے تشبیہ دینے میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ جس طرح ایک روشن چراغ سے

بیک وقت ہزاروں چراغ روشن کیے جاسکتے ہیں اور پہلے چراغ کی روشنی میں قطعاً کوئی کمی اور نقص واقع نہیں ہوتا۔ اسی طرح مدینہ کے سراج منیر کی ذات قدسی سے بھی ہر کوئی ہر وقت روشنی اور نور حاصل کر سکتا ہے۔ اور اس مرکزِ انوار و تجلّیات کی لازوال نورانیت و تابانی میں ذرہ بھر کمی واقع ہوئی اور نہ ہوسکتی ہے۔ عالمِ رنگ و بو کی یہ تمام رعنائیاں اور ضیاپاشیاں اسی "سراج منیر" صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ ہے ۔

یہ جو مہر و ماہ پہ اطلاق آتا نور کا
بھیک تیرے در کی ہے اور استعارہ نور کا

جیساکہ انبیاء علیہم السلام اور صحابۂ کرام اور عام مومنین نے آپ سے نورِ ایمان اور نورِ بصیرت حاصل کیا۔ چنانچہ نبوت نے اس حقیقت کی یوں تصدیق فرمائی ہے: کُلّ شیٔ من نوری وانا من نور اللہ کائنات کی ہر چیز میرے نور کے فیضان سے معرضِ وجود میں آئی اور میں اللہ تعالیٰ کے نور سے ہوں۔ نیز فرمایا اَصْحَابِی کَالنُّجُوْم۔ میرے شاگرد ستاروں کی طرح روشن و تاباں ہیں۔

علّامہ شہاب خفاجیؒ انہی آیات کی تفسیر کرتے ہوئے نسیم الریاض جلد دوم صفحہ ۳۹۶ پر لکھتے ہیں:

وقد جاء من القابہ علیہ الصلوٰۃ والسلام وسماتہ فی القرآن عدۃ کثیرۃ کالنور والسراج المنیر کما قال اللہ تعالیٰ قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ فسر بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم فانہ نُوْرٌ لا ینطفی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے القاب اور اسماگرامی قرآن عظیم میں کئی ذکر ہوئے ہیں "نور و سراج منیر" جیساکہ ارشاد باری ہے " قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ" اور اس نور سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والاصفات مراد ہے، وہ ایسے نوری پیکر ہیں جن کی تجلّیاں کبھی مدہم نہیں ہوتیں۔

امام احمد قسطلانی شارح صحیح بخاری لفظ "منیر" پر تبصرہ کرتے ہوئے مواہب اللدنیہ جلد سوم صفحہ ۱۷۱ پر لکھتے ہیں: "فھو السراج الکامل فی الاضاءۃ ولم یوصف بالوھاج لان المنیر ھو الذی ینیر من غیر احراق بخلاف الوھاج۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روشنی دلمعان میں "سراج کامل" ہیں اور سورج کی طرح آپ کو وہاج (جلانے والا) نہیں فرمایا بلکہ "سراجاً منیراً" فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ منیر وہ ہے جو اشیاء کو روشن کرے مگر جلائے نہیں بخلاف وہاج کے وہ روشنی کے ساتھ ساتھ تیزی و حرارت بھی دیتا ہے۔

علامہ زرقانیؒ، زرقانی جلد سوم صفحہ ۱۷۱ پر اپنی تحقیق انیق کا تذکرہ یوں فرماتے ہیں:

سمی السراج لان السراج الواحد یوخذ منہ السراج الکثیرہ ولا ینقص من ضوئہ کذلک سرج الطاعات اخذت من سراجہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم ینقص من اجر شی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام گرامی سراج رکھا گیا، اس لئے کہ جیسے ایک چراغ سے کئی چراغ روشن کیے جا سکتے ہیں اور پہلے چراغ کی روشنی میں کسی طرح کی کمی نہیں ہوتی، اسی طرح طاعات و عبادات کے چراغ حضور والا صلی اللہ علیہ وسلم کے نور نبوت سے روشن کیے جاتے ہیں اور ان کے اجر میں قطعاً ذرہ بھر کمی نہیں ہوتی۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی مدارج النبوۃ جلد اول صفحہ ۱۰۶ پر ارشاد فرماتے ہیں:

"حق سبحانہ تعالیٰ اورا نور و سراج منیر در غایت انارت خواند کہ روشن و پیدا گشت بجمال و کمال وے صلی اللہ علیہ وسلم ابصار و بصائر۔" حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غایت درجہ کی نورانیت و تابانی کی وجہ سے "نور اور سراج منیر" فرمایا کیونکہ حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال باکمال سے ابصار بھی اور بصیرتیں روشن و منور ہوئیں۔

بیشک رب العزت نے مخزنِ عالم نورِ مجسّم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجودِ اقدس کو مجسّم نور اور سراج منیر بناکر عالمِ رنگ و بو کی اس محفل میں مبعوث فرمایا جس نے ہزارہا آفتاب و ماہتاب بنا دیئے اور تاریک و حقیر ذرّوں کو ہمدوشِ ثریا کر دیا ۔

جس طرف چشمِ محمدؐ کے اشارے ہو گئے
جتنے ذرّے سامنے آئے ستارے ہو گئے

آفتابِ رسالتؑ کی چند تاباں جھلکیاں

میرے باذوق عزیز دوستو!

"سراج منیر" کی چند ضیا پاشیاں ملاحظہ ہوں کہ کس طرح اس نوری پیکر نے دوسروں کو انوارِ تجلّیات کی لازوال دولت سے نوازا ہے ۔

ان مندرجہ ذیل احادیث صحیحہ سے منکرینِ شانِ نورانیت کا یہ اعتراض بھی ھباءً منثورا ہو گیا کہ من اللہ نور اور سراجًا منیرًا میں نورِ حسی اور جسمانی مراد نہیں بلکہ ان سے مراد صرف نورِ ہدایت ہے ۔ قرآن عزیز نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت نور اور منیرًا ارشاد فرمائی ہے ۔ "منیرًا" کے معنی روشن کرنے والا اور نور دینے والے کے ہیں ۔ جیسا کہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے لکھا ہے ۔ اگر حضور علیہ السلام میں یہ روشن کرنے والی اور نور دینے والی صفت نہ ہوتی تو پھر آپ کو نور اور منیر کیوں کہا جاتا ۔ آپ نے نہ صرف انسانوں بلکہ جمادات و نباتات کو روشن و منوّر کر دیا اور ان احادیث سے جسمِ اطہر کے لیے بلاشک و شبہ جسمانی و حسی نورانیت ثابت ہوئی ۔ چنانچہ امام راغب اصفہانی نے

مفردات میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نورِ حسی و معنوی کا مصداق ثابت کیا ہے۔

۱۔ ابو نعیم، مواہب اللدنیہ، مسند امام احمد، نسیم الریاض ۳/۱۴۱

وَاَعْطٰی علی اللہ علیہ وسلم قتادۃ بن النعمان وَقد صَلّٰی مَعَہ العشاءَ فِی لیلۃ مُظلمۃٍ مَطیرۃ عُرجُونًا وَقَالَ انْطَلِقْ بِہٖ فَاِنَّہٗ سَیُضِیْئُ لَکَ مِنْ بَیْنِ یَدَیْکَ عَشْرًا وَمِنْ خَلْفِکَ عَشْرًا فَاِذَا دَخَلْتَ بَیْتَکَ فَسَتَرٰی سَوَادًا فَاضْرِبْہُ حَتّٰی یَخْرُجَ فَاِنَّہٗ الشَّیْطَانُ۔ فَانْطَلَقَ فَاَضَاءَ لَہُ الْعُرجُوْنُ حَتّٰی دَخَلَ بَیْتَہٗ وَوَجَدَ السَّوَادَ وَضَرَبَہٗ حَتّٰی خَرَجَ۔

حضرت قتادہ بن نعمانؓ نے عشاء کی نماز مسجد نبوی میں ادا کی، بارش کی وجہ سے رات سخت تاریک تھی واپسی پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت قتادہ کو ایک شاخ خرما عنایت کی اور فرمایا یہ لاٹھی دس دس گز تیرے آگے پیچھے کو روشن کردے گی اور جب تم گھر جاؤ گے تو مکان کے ایک گوشہ میں تم کو ایک سانپ نظر آئے گا اس لاٹھی سے اُسے مار کر گھر سے باہر نکال دینا کہ وہ خبیث شیطان ہے۔ حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح فرمایا تھا اُسی طرح ہُوا کہ لاٹھی نے میرا اردگرد روشن کردیا اور جب میں اپنے غریب خانہ پر پہنچا تو اُس کی روشنی میں مجھے وہ شیطان نظر آیا جس کی عالم ماکان و مایکون کی شان والے نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی مَیں نے اُس کو مار مار کر مکان سے باہر نکال دیا۔

۲۔ بخاری، بیہقی وصححہ الحاکم:

عن انسؓ قَالَ کان عباد بن بشر و اُسید بن حُضیر عند رسول اللہ علیہ وسلم

فِی حَاجَۃٍ حَتّٰی ذَھَبَ مِنَ اللَّیْلِ سَاعَۃٌ وَّھِیَ لَیْلَۃٌ شَدِیْدُ الظُّلْمَۃِ ثُمَّ خَرَجَا وَبِیَدِ کُلِّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَا عَصًا وَاَضَاءَتْ لَھُمَا عَصَا اَحَدِھِمَا فَمَشَیَا فِیْ ضَوْئِھَا حَتّٰی اِذَا افْتَرَقَتْ بِھِمَا الطَّرِیْقُ اَضَاءَتْ بِالْاٰخَرِ عَصَاہُ فَمَشٰی کُلُّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَا فِیْ ضَوْءِ حَتّٰی بَلَغَ ھَدْیَہٗ

حضرت عباد بن بشرؓ و اسید بن حضیرؓ اپنے کسی کام کے سلسلہ میں بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے، گئے رات تک سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہے جب واپس لوٹے رات کی تاریکی خوب پھیل چکی تھی، راستہ چلنا مشکل ہو گیا، ناگاہ اُن میں سے ایک کی خشک لاٹھی روشن ہو گئی، اُن کی خوشی کی انتہا نہ رہی، دونوں اطمینان وسکون سے اس روشنی میں راستہ طے کرتے رہے، جب دونوں کے راستے جُدا ہوئے تو دوسرے صاحب کی لاٹھی بھی پہلے کی طرح جگمگانے لگی، اس طرح وہ دونوں حضرات آرام وسکون سے اپنے اپنے مقام پر پہنچ گئے۔

۳۔ تاریخ بخاری۔ ابونعیم۔ بیہقی۔ البدایہ والنہایہ:

عَنْ حَمْزَۃَ الْاَسْلَمِیِّ قَالَ کُنَّا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ سَفَرٍ فَتَفَرَّقْنَا فِیْ لَیْلَۃٍ ظَلْمَاءَ فَاَضَاءَتْ اَصَابِعِیْ حَتّٰی جَمَعُوْا عَلَیْھَا ظَھْرَھُمْ وَمَا ھَلَکَ مِنْھُمْ وَاِنَّ اَصَابِعِیْ لَتَنِیْرُ۔

حضرت حمزہ اسلمیؓ فرماتے ہیں کہ ایک بار ہم سخت اندھیری رات میں سرور عالم نُور مجسّم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں سفر کر رہے تھے، اندھیرے کی وجہ سے احباب اِدھر اُدھر منتشر ہو گئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر عنایت سے میری اُنگلیاں روشن ہو گئیں، روشنی کو دیکھ کر تمام احباب،

اکٹھے ہوگئے، کسی ساتھی کی جان ضائع نہ ہوئی، سب ایک ایک کر کے ایک مرکز پر جمع ہوگئے تھے مگر میری انگلیوں سے برابر روشنی کے شعلے نکل رہے تھے۔

۴۔ کتاب الاستیعاب، نسیم الریاض جلد سوم ص ۱۳۱، الاصابہ جلد سوم صفحہ ۲۸۰

حضور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت طفیلؓ کو مبلغ بنا کر قبیلہ دوس کی طرف بھیجا تو انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے کوئی نشانی عطا فرمائی جائے تاکہ جناب والا کی وہ نشانی میری قوم کی ہدایت کا باعث بن سکے فَقَالَ اَللّٰهُمَّ نَوِّرْ لَهٗ فَسَطَعَ نُوْرٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! اسے نور عطا کر۔ تو حضرت طفیلؓ کی دونوں آنکھوں کے درمیان ایک نور چمک اٹھا طفیلؓ نے پھر عرض کیا یا رسول اللہ! ایسا نہ ہو میرے قبیلے والے جناب والا کی اس نشانی کو برص کی بیماری پر محمول کر دیں لہذا اس نور کو میرے کوڑے میں منتقل فرما دیں۔ فَكَانَ يُضِيْئُ فِي اللَّيْلَةِ الْمُظْلِمَةِ فَسُمِّيَ ذَا النُّوْرِ ۔ پس وہ ان کے کوڑے میں منتقل کر دیا گیا اور ان کا وہ کوڑا اندھیری راتوں میں چمکتا تھا۔ اس لئے حضرت طفیل کو ذالنور (نور والا) کہا جاتا تھا۔

پس جس وجود گرامی نے خاک کی دیواروں، انسانی چہروں اور خشک لکڑیوں تک کو روشن و تاباں بنا دیا تھا اس وجود قدسی کے نورانی ہونے میں کیا شک و شبہ ہو سکتا ہے ؎

اک حسن کا دریا ہے اک نور کا طوفاں ہے
اس پیکر خاکی میں یہ کون خراماں ہے

۱۔ "سراج منیر" سے آفتاب بھی مراد لیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ قرآن پاک نے آفتاب کو سراج وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا اور قمر کو مُنِیرًا کی صفت سے موصوف فرمایا لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ان

دونوں کو جمع فرما دیا گیا۔ کیونکہ سورج کی روشنی دن کو ہوتی ہے اور چاند کی دلکش چاندنی رات کو جلوہ فرما ہوتی ہے۔ سرورِ عالم نورِ مجسّم صلی اللہ علیہ وسلم کو سراج منیر کہہ کر یہ لطیف اشارہ کیا کہ ہمارا یہ محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایسا آفتاب عالمتاب ہے جو سورج کی طرح دن کو بھی ضیا پاشی اور چاند کی طرح رات کو بھی نور افشانی کرتا ہے سچ تو یہ ہے کہ روئے یار شمس بھی ہے قمر بھی ہے۔

۲۔ حضور انور کو آفتاب سے تشبیہہ دینے میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ جس طرح سورج اپنی نورانیت و تابانی میں کسی دوسرے کا محتاج نہیں، وہ خود اپنی ذات میں ایک پیکر نور ہے اور دوسروں کو روشنی بخشتا ہے، اسی طرح حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نورانیت و تابندگی میں خدا کے سوا کسی دوسرے کے اصلاً محتاج نہیں بلکہ تمام کائنات، اپنی ایجاد و امداد اور ابتداء و انتہا میں ہر حالی ہر آن انہی کی دست نگر اور محتاج ہے ؎

ہے انہی کے دم قدم سے باغِ عالم میں بہار
وہ نہ تھے عالم نہ تھا گر وہ نہ ہوں عالم نہیں

چاند، سورج، ستارے، فرشتے اور انبیاء و اولیاء کرام میں جو ظاہری و باطنی نورانیت و روحانیت نظر آتی ہے، وہ سب اُسی منبع النّور، سرچشمۂ فیض و برکت سے مستفاد ہے۔ علم و ہدایت اور نور و بصیرت کی تمام جلوہ سامانیاں اسی ذاتِ قدسی صفات کا فیضانِ کرم ہے ؎

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
مرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

۳۔ آپ کو سورج کہتے میں، ایک لطیف نکتہ یہ بھی ہے کہ جس طرح سورج کے طلوع ہونے کے بعد

انسان دوسری روشنیوں سے مستغنی ہو جاتا ہے اور آفتاب کی تیز روشنی میں کسی دوسری روشنی کا وجود قائم نہیں رہ سکتا ایسے ہی آفتابِ نبوّت وہدایت کے جلوہ فگن ہونے کے بعد اب کسی قسم کی علمی اور روحانی روشنی کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ سرکارِ ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری نے انسانوں کو مختلف دروازوں کی دریوزہ گری سے مستغنی و بے نیاز کر دیا ہے۔

نبوّت و رسالت اور مدارج و کمالات کی تمام سابقہ روشنیاں اسی آفتابِ فضل و کمال میں محو و ضم ہو گئیں۔ اب کسی نئے یا پرانے چراغ کی روشنی کی قطعاً ضرورت باقی نہیں رہی اور جو بیوقوف انسان آفتابِ جہاں تاب کی موجودگی میں بھی کسی چراغ کی تلاش میں سرگرداں و سرگرم ہے اُس کو اپنے دماغ و دل کے علاج کی فکر کرنی چاہیئے۔ اس آفتابِ نبوّت کے سامنے نہ کوئی چراغِ نبوّت روشن رہ سکتا ہے اور نہ قیامت تک کوئی نیا تیرِ ہدایت چمک سکتا ہے ؎

وہ آئے بزم میں اتنا تو ہم نے دیکھا میرؔ
اور اس کے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی

حُسن و جمال اور خوبی و کمال کی کوئی شعاع اور کوئی کرن عالمِ علوی و سفلی میں کہیں نظر آتی ہے تو وہ انہی کے وجہِ منوّر اور ذاتِ قدسی صفات کے حُسنِ لازوال کا ایک پرتو ہے ؎

کیا شانِ احمدی کا چمن میں ظہور ہے
ہر گُل میں ہر شجر میں محمد کا نُور ہے

۴۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو "سراج منیر" کہنے میں اس حقیقتِ نفس الامری کا اظہار بھی مقصود ہے کہ جس طرح عالمِ شہادت میں روشنی کے تمام مدارج و مراتب آفتابِ عالمتاب پر ختم ہوتے ہیں اور ہر ذرہ روشنی

میں آفتاب کا محتاج ہے، اسی طرح تمام مراتب اور کمالات کا سلسلہ ختمی مآب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی روحانیت و نورانیتِ عظمیٰ پر اختتام پذیر ہوتا ہے۔ ہر ذرہ اپنے نور وجود میں آپ کا محتاج ہے اور ہر شے اپنی بقا میں انہی کی دست نگر ہے ؎

آنکہ آمد نہ فلک معراج او

انبیاء و اولیاء محتاج او

عالمِ وجود میں آپ سے پہلے آنے والے یا آپ سے بعد پیدا ہونے والے سب اسی صبح ازل کے مہرِ درخشاں سے مستفید و مستنیر ہیں، جیسے رات کو چاند اور ستارے آفتاب ہی کے نور سے مستفید ہوتے ہیں حالانکہ رات کو سورج نظر نہیں آتا ؎

تجلّی سے تیری ہم اے نورِ عالم.

منوّر یہ سارا جہاں دیکھتے ہیں

دلیل سوم از قرآن عزیز (سورہ نور ۱۸/۴)

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکوٰۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ اَلزُّجَاجَۃُ کَاَنَّھَا کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ

اللہ نور ہے آسمانوں کا اور زمین کا مثال اس نور کی ایسی جیسے ایک طاق اس میں ہو ایک چراغ، وہ چراغ دھرا ہوا ایک شیشہ میں جیسے ایک تارا ہو موتی سا چمکتا ہوا۔

اس آیت میں اللہ کے نور کا معنے یا موجد ہے۔ یعنی اللہ آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنے والا ہے۔ کیونکہ "وجود" روشنی ہے اور "عدم" تاریکی یا نور بمعنے ہادی یعنی اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کی مخلوق کو

ہدایت دینے والا ہے یا بمعنی روشن کرنے والا یعنی اللہ تعالیٰ آسمانوں کو چاند، سورج، ستاروں اور فرشتوں سے اور زمین کو انبیاء و اولیائے کرام سے روشن کرنے والا ہے۔

مَثَلُ نُوْرِہٖ اس نور سے مراد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کا نور ہے۔ کیونکہ حق سبحانہ تعالیٰ کے نور کی عالم کائنات میں کوئی مثال نہیں۔ جیسا کہ وہ خود ارشاد فرماتا ہے: "لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْئٌ"

"مَثَلُ نُوْرِہٖ": اس کی مثال ایسی سمجھو گویا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اطہر ایک طاق کی طرح ہے جس کے اندر ایک ستارے کی طرح چمکدار شیشہ رکھا ہوا ہے۔ یہ شیشہ حضور کا قلب انور ہے جس کا تعلق عالم بالا سے ہے۔ اس شیشہ میں معرفت و ہدایت کا چراغ روشن ہے۔

محققینِ اہل سنت رحمہم اللہ علیہم نے بھی اس آیت کریمہ "مَثَلُ نُوْرِہٖ" سے رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم مراد لئے ہیں۔

تفسیر ابن جریر ۱۸/۹۵

قال ابن عباس لکعب الاحبار اخبرنی عن قولہ تعالیٰ "مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ" قال کعب ھذا مَثَلٌ ضربہ اللہ لنبیہ صلی اللہ علیہ وسلم فالمشکوۃ صدرہ والزجاجۃ قلبہ والمصباح فیہ النبوۃ۔ رئیس المفسرین ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب احبار سے اس آیت کریمہ کے معنی دریافت فرمائے تو انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کی مثال یہاں بیان فرمائی ہے۔ "روشن طاق" تو حضور کا سینہ پاک ہے اور "شیشہ" قلبِ منور جس میں چراغ نبوت ضو افشانی کر رہا ہے۔

تفسیر در منثور ۵/۴۹

حضرت سعید بن جبیرؓ نے فرمایا ہے کہ آیت مذکورہ میں "مَثَلُ نُوْرِہٖ" سے مراد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلّم ہیں۔

تفسیر خازن ۳/۳۲۲ اور ۵/۶۳

وقع ھذا التمثیل لنور محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ تمثیل سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کے نورِ پاک کی ہے۔

تفسیر معالم التنزیل ۵/۶۵

حضرت سعید بن جبیرؓ اور حضرت ضحاکؓ نے "مَثَلُ نُوْرِہٖ" سے محمد پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلّم مراد لئے ہیں۔ رَوٰی عطاء عن ابن عمرؓ فی ھذہ الآیۃ قال المشکوٰۃ جوف محمدٍ صلی اللہ علیہ وسلم و الزجاجۃ قلبہ و المصباح النُّوْر الَّذِیْ جعلہ اللہ لا شرقیۃ ولا غربیۃ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ادشندان تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سینہ مبارک ہے اور فانوس قلبِ اطہر اور چراغ وہ نور جو اللہ تعالیٰ نے اس میں رکھا کہ نہ شرقی ہے نہ غربی۔ (تفسیر خازن)

تفسیر روح البیان ۱/۵۴۸

اِنَّ اللہ تعالیٰ بعث النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نُوْرًا وَاللہ تعالیٰ سمّٰی نفسہ نُوْرًا بقولہ تعالیٰ اَللہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وسمّی الرَّسُوْل نُوْرًا لان اوّل شیءٍ اظہرہ الحق بنورِ قدرتہ من ظلمۃ العدم کان نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کما قال اوّل ما خلق اللہ نوری ثم خلق العالم بما کثیر من نورہٖ۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کو نور مبعوث فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے اپنا نام بھی نور رکھا اَللہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ اور پہلی شے جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا اور عدم کے

اندھیرے سے اپنے نورِ قدرت سے ظاہر کیا وہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا نور مبارک تھا جیسا کہ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ نے جو شے سب سے اوّل پیدا فرمائی وہ میرا نور ہے" پھر اس نورِ پاک سے عالم و ما فیہا کو پیدا کیا۔

کتاب الشفا $\frac{1}{109}$

المراد بالنور الثانی ھذا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ آیت کریمہ کے دوسرے لفظ نور سے مراد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم ہیں۔

شرح شفا خفاجی $\frac{1}{109}$

النُّور اطلق علی اللہ و علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعلی القرآن۔ قرآن و سنّت میں لفظ "نور" کا اطلاق اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم اور قرآن عزیز تینوں پر ہوا ہے۔

یہی علّامہ موصوف صفحہ ۱۱۰ پر فرماتے ہیں:

ان النُّور اطلق علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم والمعنی مَثَلُ نُوْرِہٖ اے نُورِ محمد صلی اللہ علیہ وسلّم بیشک "نور" کا اطلاق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم پر صحیح و درست ہے اور "مَثَلُ نُوْرِہٖ" میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے نور کی مثال بیان فرمائی گئی ہے۔

پھر یہی محدّث خفاجی شرح شفا $\frac{1}{142}$ پر لکھتے ہیں:

ان نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کان فی الاصلاب قَبْلَ خَلْقِ جِسْمِہِ الشَّرِیْفِ لاریب محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کے جسم اطہر کی پیدائش سے پہلے آپ کا نورِ پاک آباء اکرام کی پشتوں میں جلوہ گر تھا۔

شرح شفا ملا علی قاریؒ $\frac{2}{109}$

والاظهر ان يقال المراد بالنور محمد صلى الله عليه وسلم فان النور عبارة عن الظهور وقد انكشف به الحقائق الالهية والاسرار الاحدية والاستار العمدية وبه اشرقت الكائنات وخرجت عن حيز الظلمات۔ سب سے ظاہر بات یہ ہے کہ اس آیت میں نور سے مراد محمد پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کیونکہ نور وہ ہوتا ہے جو خود روشن ہو اور دوسروں کو روشن کر دے۔ سرورِ عالم نورِ مجسّم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے حقائق الٰہیہ اسرار وحدانیہ اور معرفت الٰہی کے سربستہ راز آشکارا ہوئے۔ آپ کے نوری پیکر سے عدم کی تاریکیاں دور ہوئیں اور تمام کائنات جگمگا اٹھی۔

وہ نورِ مجسّم صلّ علیٰ جس سمت گزرتے جاتے ہیں
تاریکیاں مٹتی جاتی ہیں انوار بکھرتے جاتے ہیں

مواہب اللدنیہ۔ زرقانی $\frac{3}{171}$

وفى قوله تعالى مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ المراد هنا محمد صلى الله عليه وسلم۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد "مَثَلُ نُوْرِهٖ" میں نور سے مراد حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

الغرض اس آیت کریمہ اور مفسرین و محدّثین کی لطیف و عمیق تحریروں سے ثابت ہوا کہ سرورِ عالم نورِ مجسّم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نورِ عظیم اور کائنات میں سب سے اوّل مخلوق ہیں۔

دلیل چہارم:

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ

وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ۔

بارگاہ قدس سے عالم آب و گِل کے باشندوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے دو نور نازل فرمائے گئے۔ ایک قرآن عظیم اور دوسرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دونوں کی عزت و ناموس اور بقا و تحفظ کی ذمہ داری خود اپنے ذمہ لی چنانچہ قرآن کے متعلق ارشاد ہوتا ہے نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ اور جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اس آیت کریمہ میں منکرین شان نورانیت کے لئے وعید کا ذکر ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نوراللہ ہونے کا انکار کرتے ہیں یا حضور کی نورانیت کے ذکر سے دل میں تنگی یا گھٹن محسوس کرتے ہیں تو اس کے لئے وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ" کا فتویٰ موجود ہے، اور مومنین و مخلصین کے لئے مژدہ جانفزا ہے۔ کہ میرے بندو! تم کفار کی پھونکوں سے نہ گھبراؤ میرا روشن کیا ہوا چراغ کسی کی پھونکوں سے نہیں بجھ سکتا۔ میرے محبوب دلنواز کا نورِ جانفزا تمام کائنات میں پھیل کر رہے گا ؎

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

اس روشن چراغ کو بجھانے والے اسے تو کیا بجھائیں گے، خود ان کی زندگیوں کے چراغ گُل ہو جائیں گے

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعدا تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

اس آیت کریمہ کے متعلق ارباب تحقیق و اجلۂ مفسرین کے ارشادات ملاحظہ فرمائیے:

تفسیر دُر منثور ۲/۲۳۱

اخرج ابن ابی حاتم عن الضحاک قوله یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ۔ یقول یریدون ان یھلک محمدًا صلی اللہ علیہ وسلم۔ ابن ابی حاتم نے حضرت ضحاکؒ سے روایت کی ہے کہ فرمان خداوندی یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ کا مفہوم یہ ہے کہ کفار ناہنجار ارادہ رکھتے ہیں کہ کسی طرح "نور اللہ" یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہلاک کر دیں۔

تفسیر نسفی ۲/۹۴

تمام آفاق میں جو "نورِ عظیم" پھیلا ہوا ہے کفار اس کو پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں حالانکہ خداوند عالم اس کو چار دانگ عالم میں پھیلا کر رہے گا۔

تفسیر مظہری سورہ توبہ ۳۱

فیہ اشارۃ الی ان حالھم فی ارادۃ ابطال القرآن ونبوۃ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بالتکذیب مثل حال مَنْ اَرَادَ اَنْ یطفیٔ نُوْرَ الشمس وَالقمر بنفخۃ فیہ یعنی آفتاب نبوت جب چمک اٹھا تو کفار اس نورِ حق کو مدہم کرنے کے درپے ہوئے کہ کسی طرح اس کو گل کر دیں ان کے یہ خبیث ارادے ایسے ہی ہیں جیسے کوئی بیوقوف انسان منہ سے پھونکیں مار کر چاند سورج کی روشنی گل کرنے کی ناکام کوشش کرتا ہے۔ یاد رکھو خواہ یہ کتنے ہی جلیں اور کوشش کریں اللہ کا نور پوری طرح پھیل کر رہے گا۔

زرقانی ۳/۱۴۹

علامہ زرقانی یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں، کہ

انه محمد علی اللہ علیہ وسلم ۔ بیشک نُور اللہ سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

موضوعات ملا علی قاریؒ:

وَاَمَّا نُورُہٗ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ فَھُوَ فِی غَایَۃٍ مِنَ الظُّھُورِ شَرقًا وَغَربًا وَاَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُورُہٗ وَ سَمَّاہُ فِی کِتَابِہٖ نُورًا وَ فِی دُعَائِہٖ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِی نُورًا وَفِی التَّنْزِیْلِ "یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ وَیَاْبَی اللّٰہُ اِلَّا اَنْ یُّتِمَّ نُوْرَہٗ" وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی "اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِہٖ" فِی قَلبِ مُحَمَّدٍ وَ قَالَ عَزَّوَجَلَّ "وَمَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰہُ لَہٗ نُوْرًا فَمَا لَہٗ مِنْ نُّوْرٍ۔"

یعنی سرورِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور شرقاً غرباً ظاہر و باہر ہے۔ خالق کائنات نے نبی کریم علیہ السلام کا نور سب سے پہلے پیدا فرمایا اور اپنی کتاب عظیم میں اپنے حبیبؐ کا نام نور رکھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا میں ہے اے اللہ مجھے نور بنا دے۔ قرآن عظیم میں یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ اور مَثَلُ نُوْرِہٖ سے مراد نبی علیہ السلام ہیں۔

معلوم ہوا کہ ملا علی قاری جیسے نقاد حدیث کا عقیدہ بھی یہی ہے کہ مصطفٰے علیہ السلام کا نور تمام اشیا سے پہلے پیدا فرمایا گیا ہے۔

محدث حنفی کے ارشاد سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ قرآن عزیز میں خداوند قدوس نے اپنے محبوبؐ کا اسم گرامی نور رکھا اور قرآن عظیم کی ان تینوں آیتوں میں نور سے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہی مراد ہے۔

دلیل پنجم:

سورۂ نجم ۲۷/۱

وَالنَّجْمِ اِذَا ھَوٰی۔ قسم ہے ستارے کی جب چڑھ کر اتر آئے۔

"النَّجم" سے مراد ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم ہیں۔ یعنی جس طرح ستارہ روشن ہوتا ہے اور دوسری چیزوں کو روشن کر دیتا ہے۔ اسی طرح فخرِ دو عالم نورِ مجسّم صلی اللہ علیہ وسلّم کی ذات اقدس بھی ایک نیّرِ اعظم ہے، جو خود بھی سراپا نور ہے اور عالم کی ہر چیز کو بھی نور بخش رہی ہے۔

اہلِ سنّت مفسرین کرام کی نکتہ آفرینیاں ملاحظہ ہوں:

۱۔ تفسیر خازن ۶/۲۱۲

اَلنَّجْم ھُوَ محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلّم۔ وہ ستارہ محمد صلی اللہ علیہ وسلّم ہیں۔

۲۔ تفسیر معالم التنزیل ۶/۲۱۲

وَقَالَ جَعفَر الصادق۔ یعنی محمداً صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔ امام جعفر الصادق نے فرمایا کہ نجم سے مراد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

۳۔ تفسیر الصاوی ۴/۱۳۵

النّجم ھُوَ محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔ اس ستارہ سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی ذات ستودہ صفات ہے۔

۴۔ تفسیر محی الدین ابن عربی ص ۱۳۷

وَالنَّجْمِ اذَا ھَوٰی۔ اُقسِمُ بالنفس المحمدیۃ۔ یعنی قسم کھاتا ہوں نفس محمدیہ

علیٰ صاحبہا والتحیۃ والثناء کی :

۵۔ مواہب اللدنیہ ۲/۱۲۷

اما النجم فعن جعفر الصادق انہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا ھَوٰی اذا نزل من

السماء لیلۃ المعراج ۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "النجم" سے مرادِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں

تارا جب اُترا یعنی جب آپ شب معراج آسمانوں سے زمین کی طرف تشریف لائے ۔

۶۔ شرح شفا ملا علی قاری رحمہ اللہ ۱/۲۰۲

قَالَ جعفر بن محمد الصادق فی تفسیر وَالنَّجْمِ اِذَا ھَوٰی انہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

لانہ النجم الاکبر والکوکب الانور ۔ امام جعفر الصادق نے وَالنَّجْمِ اِذَا ھَوٰی کی تفسیر کرتے

ہوئے فرمایا کہ "النجم" محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ۔ ملا علی قاری کہتے ہیں یہ تفسیر صحیح ہے کیونکہ حضرت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بہت بڑے نورانی ستارے اور بڑے روشن کوکب ہیں ۔

دلیل ششم :

وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ وَمَا اَدْرٰکَ مَا الطَّارِقُ النَّجْمُ الثَّاقِبُ

قسم ہے آسمان کی اور اندھیرے میں آنے والے کی اور تو نے کیا سمجھا کیا ہے اندھیرے میں آنیوالا

وہ ہے تارا چمکتا ہوا ۔ اس چمکنے والے ستارہ سے مراد بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ۔ جیسا کہ

محققین نے لکھا ہے ۔

نسیم الریاض ۱/۱۲۷

ان النجم ھھنا ایضاً محمد صلی اللہ علیہ وسلم ۔ اللہ تعالیٰ نے النجم الثاقب سے مراد یہاں بھی

محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کو لیا ہے۔

کتاب الشفا $\frac{1}{215}$

علامہ قاضی عیاض محدث مالکی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ان النّجم ھنا ایضًا محمد صلی اللہ علیہ وسلّم۔ یہاں النجم سے مراد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلّم ہیں۔

دلیل ہفتم:

وَالضُّحٰی وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی۔ قسم ہے اے حبیبؑ تیرے رُخ انور کی اور قسم ہے تیری سیاہ زلفوں کی جب وہ چہرۂ انور پر پھیل جائیں: ع کالی گھٹا کی چھاؤں میں قرآں لئے ہوئے

۱۔ تفسیر کبیر $\frac{8}{596}$

ھَلْ اَحَدٌ المذکّرین فسّر الضّحٰی بِوَجہِ مُحَمَّد صلی اللہُ علیہ وسلّم وَالَّیل بشعرہ

کیا علماء کرام میں سے کسی نے ضُحٰی کی تفسیر محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے رُخ انور سے بھی کی ہے

الجواب نَعَمْ وَلَا اِسْتِبْعَادَ فیہ۔ کیوں نہیں، ضُحٰی سے مراد حضورؐ کا چہرۂ انور اور واللیل سے آپ کی زُلف شمامہ عنبر مراد ہے اور اس تفسیر میں کوئی اعتراض و خدشہ نہیں۔

۲۔ تفسیر نیشاپوری $\frac{3}{107}$

لَا اِسْتِبْعَادَ فِیمَا یذکرہ الواعظ مِنْ تَشْبِیہِ وَجہِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بالضّحٰی وَشَعْرِہٖ بالَّیْلِ۔ یہ میرے نزدیک کوئی اچنبھا اور حیرت نا بات نہیں جو عام واعظ حضرات محمد مصطفٰے علیہ التحیۃ والثنا کے رُخ انور کو "ضحٰی" سے اور زلفِ عنبریں کو "واللیل" سے تشبیہ دیتے ہیں۔

۳۔ شرح شفا لملا علی قاری:

وَالضُّحٰی، اِن فی الضُّحٰی ایماء الی وجہہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ بیشک "والضُّحٰی" میں حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے نورانی چہرہ کی طرف اشارہ ہے۔

۴۔ زرقانی $\frac{۶}{۲۱۰}$

فسر بعضھم کما حکاہ الامام فخر الدین الرازی وَالضُّحٰی بوجھہ صلی اللہ علیہ وسلم وَالَّیْلِ بشعرہٖ لانہ وجہہ صلی اللہ علیہ وسلم کان شدید النور بحیث یقع نورہ علی الجدار اذا قابلھا۔ بعض علماء کرام نے یہی معنی بیان کئے ہیں جیسا کہ امام فخر الدین رازی نے حکایت کی کہ "والضحیٰ" سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ پاک اور "واللیل" سے آپ کے موئے مبارک (مراد) ہیں۔ کیونکہ حضور پیکرِ نور صلی اللہ علیہ وسلم کا رُخِ انور اس قدر درخشاں و تاباں تھا کہ جب دیواروں کے سامنے سے گذر فرماتے تو رُخِ زیبا سے دیواریں چمک اُٹھتیں۔

سُبْحَانَ اللہ وَبِحَمْدِہٖ!

نَحْاءُ محمد سراجاً منیراً　　　فصلوا علیہ کثیراً کثیراً

دلیل ہشتم:

سورہ والفجر پ۳۰

وَالْفَجْرِ۔ قسم ہے نورِ فجر کی۔ نورِ فجر سے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں جیسا کہ امام احمد قسطلانی شارح بخاری اپنی کتاب مواہب اللدنیہ $\frac{۲}{۱۲۵}$ پر لکھتے ہیں:

اما الفجر فی قولہ تعالیٰ وَالْفَجْرِ ھو محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ خداوند کریم کے کلام میں جو

"والفجر" آیا ہے اس سے مراد بھی سرورِ عالم نورِ مجسّم صلی اللہ علیہ وسلّم کی ذاتِ اقدس ہے۔

(۲) کتاب الشفا $\frac{۱}{۲۰۲}$

قال ابن عطاء فی قولہٖ تعالیٰ وَالْفَجْرِ ولیال عشر الفجر محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔ ابن عطاء کہتے ہیں کہ خداوندِ قدوس کے کلام پاک میں "وَالْفَجْرِ" سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

دلیل نہم:

مُلّا علی قاری محدّث حنفی فرماتے ہیں:

۱۔ طٰہٰ۔ اسم من اسمائہٖ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وھو فی حساب العدد والرموز فی الجد اربعۃ عشر ایماء الی بدر وجھہ فی غایۃ النور (شرح شفا جلد اول ص۲۳)

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کے اسماءِ گرامی سے ایک نام نامی طٰہٰ ہے۔ "طٰہٰ" کے عدد بحساب ابجد چودہ ۱۴ ہوتے ہیں اور چودھویں رات کے چاند کو بدر کہتے ہیں۔ تو آیت کریمہ میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے رُخِ زیبا کو غایت نورانیت کی وجہ سے بدرِ کامل فرمایا گیا۔

۲۔ زرقانی علی المواہب $\frac{۳}{۱۲۴}$ میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کا اسمِ گرامی بدر تحریر کیا ہے۔ فمن اسمائہٖ صلی اللّٰہ علیہ وسلم البدر۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے اسمائے گرامی سے ایک نام اقدس بدر بھی ہے۔

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسین وہی طٰہٰ

ان آیاتِ مبارکہ میں حبیبِ کبریا احمدِ مجتبیٰ محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا کی نورانیت شریفہ کا

صراحتہً ذکر موجود ہے۔

بحمداللہ اہلسنت الجماعت کا یہی سچا عقیدہ ہے، اللہ تعالیٰ اس پر قائم رکھے۔ آمین!

بحرمتِ سیّد المرسلین علی اللہ علیہ وسلّم۔

۲۔ احادیث نبویّہ

(علیٰ صاحبہا الف الف صلوٰۃ وسلام وتحیۃ)

۱۔ حضرت امام عبدالرزاق اپنی کتاب "مصنّف عبدالرزاق" میں اپنی سند کے ساتھ سیّدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہِ رسالتمآب میں عرض کیا یارسول اللہ! بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ! اَخْبِرْنِیْ عَنْ اَوَّلِ شَیْئٍ خَلَقَہُ اللہُ تَعَالیٰ قَبْلَ الْاَشْیَاءِ قَالَ یَا جَابِرُ اِنَّ اللہَ تَعَالیٰ قَدْ خَلَقَ قَبْلَ الْاَشْیَاءِ نُوْرَ نَبِیِّکَ مِنْ نُوْرِہٖ الخ

یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ مجھے خبر دیں کہ وہ پہلی چیز کون سی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے پیدا فرمایا؟ سیّد دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا، اے جابر! بیشک اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی (علیہ السلام) کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ پھر یہ نور اللہ تعالیٰ کی مشیّت کے ماتحت جہاں اُس نے چاہا سیر کرتا رہا۔ اُس وقت نہ لوح تھی نہ قلم تھا۔ نہ جنّت تھی نہ دوزخ تھی، نہ فرشتہ نہ آسمان تھا، نہ زمین تھی نہ سورج تھا، نہ چاند نہ جنّ تھا نہ انسان۔

امام عبدالرزاق صاحب "مصنف" اس حدیث کے مخرج ہیں، جو سیدنا امام مالک رضی اللہ عنہ کے شاگرد رشید، امام احمد حنبل رضی اللہ عنہ کے استاد اور امام بخاری و مسلم جیسے محدثین کے استاذ الاستاذ ہیں۔ ہر زمانہ میں اُن کی ذات گرامی نقد و نظر سے بالاتر رہی۔ اکابر ائمہ دین اور یگانہ روزگار محدثین و محققین اُن کی فضیلت و تبحر علمی کے قائل رہے۔ چنانچہ محدثین کے پیشوا اور سرتاج امام احمد بن حنبل اُن کی جلالت شان کے متعلق فرماتے ہیں:

"قال احمد بن صالح المصری قلت لاحمد بن حنبل اَرَاَیْتَ اَحَداً اَحْسَنَ حدیثٍ من عبدالرزاق قال لا" (تہذیب التہذیب ۶/۳۱۱)

"احمد بن صالح مصری کہتے ہیں، میں نے امام احمد بن حنبل سے پوچھا کیا آپ نے حدیث پاک کے سلسلہ میں کوئی شخص امام عبدالرزاق سے بہتر دیکھا ہے؟ امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اُن سے بہتر کسی کو نہیں دیکھا"۔

اس حدیث کو امام عبدالرزاق نے اپنی سند سے مرفوعاً بیان فرمایا ہے اور ان سے اجلہ ائمہ دین اور جلیل الشان محدثین نے اپنی اپنی مستند کتابوں میں اس حدیث کو نمایاں مقام پر لکھا۔ اس پر اعتماد کیا اور اس سے کئی ایک مسائل کا استنباط کیا۔ چنانچہ اس حدیث کو امام بیہقی ——— دلائل النبوت میں۔ امام احمد قسطلانی شارح بخاری ——— مواہب اللدنیہ میں۔ امام ابن حجر مکی ——— افضل القریٰ میں۔ علامہ دیار بکری ——— تاریخ خمیس میں۔ علامہ زرقانی ——— زرقانی میں۔ علامہ فاسی ——— مطالع المسرات میں۔ حافظ حلبی ——— سیرت حلبیہ میں۔ شیخ محقق محدث دہلوی ——— مدارج النبوت میں۔ علامہ یوسف نبہانی ——— انوار محمدیہ میں اس

حدیث کو بغیر کسی نقد و نظر کے نقل فرمایا ہے۔ ع

"مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری"

لطف کی بات یہ ہے کہ جماعت دیوبندیہ کے حکیم الامت اپنی کتاب "نشر الطیب" (جس کے تعارف میں آپ نے فرمایا ہے کہ "اس کتاب میں صحیح روایات جمع کرنے کا التزام کیا گیا ہے) کا آغاز بھی اسی حدیث جابر رضی سے کرتے ہیں۔

پہلی فصل۔ نور محمدی کے بیان میں۔ اس عنوان کے نیچے امام عبد الرزاق کی یہی حدیث صحیح نقل کر کے تبصرہ کرتے ہیں:

"اس حدیث سے "نور محمدی" کا اول الخلق ہونا باولیت حقیقیہ ثابت ہوا"

نیز ائمہ ہدیٰ اور اجلہ محدثین کی تلقی بالقبول سے بھی بلاشبہ اس حدیث پاک کا حسن صالح ہونا ثابت ہوا ہے۔ کیونکہ جس حدیث کو تلقی امت بالقبول کا منصب جلیل حاصل ہو (علمائے امت بغیر کسی جرح و تعدیل کے قبول فرمالیں) اسے مزید کسی سند کی حاجت نہیں رہتی۔ اس لئے کہ تلقی علماء بالقبول خود صحت حدیث کے لئے ایک مضبوط اور قوی دلیل کی حیثیت رکھتی ہے۔ فَاِنَّ الْحَدِیْثَ یَتَقَوّٰی بِتَلَقِّی الْاَئِمَّۃِ بِالْقَبُوْلِ کَمَا اَشَارَ اِلَیْہِ الْاِمَامُ التِّرْمِذِیُّ فِیْ جَامِعِہٖ وَصَرَّحَ بِہٖ عُلَمَاءُ نَا فِی الْاُصُوْلِ۔

(مِنْ نُوْرِہٖ) حدیث جابر رضی کے اس لفظ سے معلوم ہوا کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پاک اللہ تعالیٰ کے نور ذاتی سے پیدا ہوا کیونکہ حدیث میں نُوْرِہٖ فرمایا ہے جس کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف راجع ہے۔ مِنْ نُوْرِ جَمَالِہٖ یا نُوْرِ عِلْمِہٖ یا نُوْرِ رَحْمَتِہٖ نہیں فرمایا جس سے

معلوم ہوا کہ آپ نُورِ صفات سے پیدا ہوئے۔

لیکن نُورِ ذاتی سے پیدا ہونے کے یہ معنی ہرگز ہرگز نہیں کہ معاذ اللہ ذاتِ الٰہی ذاتِ رسالت کے لئے مادّہ ہے یا ذاتِ الٰہی کا کوئی جزو ذاتِ رسالت میں منتقل ہوا ہے یا ذاتِ الٰہی نے ذاتِ رسالت میں حلول فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ قدیم تقسیم تجزی سے پاک یا متحد ہو جانے یا حلول فرمانے سے پاک و منزہ ہے، بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ نُورِ حقیقی کی تجلّی اوّل اور تعیّنِ اوّل کا نام اقدس نُورِ محمدی رکھا گیا۔

مصطفےٰ آئینۂ روئے خدا ست
منعکس در وے ہمہ خُوئے خدا ست

حضور کی ذاتِ گرامی آئینۂ حق نما ہے، جس میں صفاتِ الٰہیہ اور تجلّیاتِ ربانیہ جلوہ گر ہیں۔ ہاں خاکم بدہن حلول و اتحاد کا تخیّل نہ پیدا کر لیا جائے کیونکہ آئینہ میں اصل خود حلول نہیں کرتا اس کا عکس اور ظل جلوہ گر ہوتا ہے۔ پس اصل اپنی ہی جگہ ہے اور ظلّ اپنی جگہ۔ وہاں وجود اصلی ہے یہاں ظلّی، وہاں حقیقت ہے یہاں مجاز۔ اور صرف آپ نُورِ حقیقی سے بلا واسطۂ غیر، نورانیت اور کمالات سے مستفیض ہوئے اور باقی سارا جہاں حضور انور کی تجلّیات کا عکس اور مظہر ہے۔ نُورِ محمدی کی جلوہ آرائی نہ ہوتی تو نہ جہان ہوتا، نہ جہان میں کوئی حسن و کمال ہوتا۔ یہ زمین و آسمان کا ایوان نُورِ محمدی ہی کے طفیل آراستہ ہُوا۔ زمین و آسمان کی محفل میں یہ تمام رونقیں اور رعنائیاں حضورؐ کے واسطے، حضورؐ کے صدقے اور حضورؐ کے طفیل منصّۂ شہود پر جلوہ نما ہوئیں۔ لَوْلَاكَ لَمَا اَظْهَرْتُ الرُّبُوبِيَّة اے محبوب! اگر تیری جلوہ آرائی مقصود نہ ہوتی تو میں اپنی خدائی کا مظاہرہ نہ کرتا۔

گر ارض و سما کی محفل میں لولاک لما کا شور نہ ہو
یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں یہ نور نہ ہو سیاروں میں

بالجملہ اس حدیث سے صراحۃً معلوم ہوا کہ حضرت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم عین ذاتِ الٰہی کی تجلی بلا واسطہ ہیں اور تمام کائناتِ ارضی و سماوی حضور انور کا پرتو اور عکس ہے۔ امام اہلسنت اعلیٰحضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب البریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

جس طرح مرتبۂ وجود میں صرف ایک ذات حق ہے باقی اُسی کے پرتو وجود سے موجود۔ یوں ہی مرتبہ ایجاد میں صرف ذاتِ مصطفےٰ ہے باقی سب پر اُسی کے عکس کا فیض وجود۔ مرتبہ کون میں نور احمدی آفتاب ہے اور تمام عالم اُس کے آئینے اور مرتبہ تکوین میں نور احمدی آفتاب ہے اور سارا جہاں اُس کے آبگینے۔ (صلات الصفا ص۲۰)

امام احمد قسطلانی مواہب اللدنیہ میں فرماتے ہیں:

لَمَّا تَعَلَّقَتْ اِرَادَةُ الْحَقِّ بِاِیْجَادِ خَلْقِهٖ اَبْرَزَ الْحَقِیْقَةَ الْمُحَمَّدِیَّةَ مِنَ الْاَنْوَارِ الصَّمَدِیَّةِ فِی الْحَضْرَةِ الْاَحَدِیَّةِ ثُمَّ سَلَخَ مِنْهَا الْعَوَالِمَ کُلَّهَا عُلْوَهَا وَسِفْلَهَا۔ جب خداوند عالم نے مخلوقات کو پیدا کرنا چاہا تو حقیقت محمدیہ علیہ التحیۃ والثنا کو انوار صمدیہ سے دربار احدیت میں ظاہر فرمایا پھر اس سے تمام عالم علوی و سفلی نکالے۔

علامہ زرقانی جن کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں اور اُن کی جلالت شان کا سبھوں کو اعتراف ہے۔ چنانچہ علامہ شبلی نعمانی سیرت النبی میں لکھتے ہیں:

"زرقانی علی المواہب" یہ مواہب اللدنیہ کی شرح ہے اور حقیقت یہ ہے کہ سہیلی کے بعد کوئی

کتاب اس جامعیت اور تحقیق سے نہیں لکھی گئی۔ اس بلند پایہ محقق اور محدث کی نکتہ آفرینیاں اس حدیث کے متعلق ملاحظہ فرمایئے:

(مِنْ نُوْرِہٖ) اَیْ مِنْ نُوْرٍ ھُوَ ذَاتُہٗ لَا بِمَعْنٰی اَنَّھَا مَادَّۃٌ خَلَقَ نُوْرُہٗ مِنْھَا بَلْ بِمَعْنٰی تَعَلَّقَ الْاِرَادَۃِ بِہٖ بِلَا وَاسِطَۃِ شَیْئٍ فِیْ وُجُوْدِہٖ۔ یعنی اللہ عزوجل نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس نور سے پیدا کیا جو عین ذات الٰہی ہے یعنی اپنی ذات سے بلاواسطہ پیدا کیا۔

یہی علامہ موصوف مِنْ نُوْرِہٖ کی اضافت کے متعلق ایک لطیف نکتہ بیان فرماتے ہیں۔

زرقانی ۱/۴۶

اِضَافَۃُ تَشْرِیْفٍ وَاِشْعَارٌ بِاَنَّہٗ خَلْقٌ عَجِیْبٌ وَاِنَّ لَہٗ شَانًا لَّہٗ مُنَاسَبَۃٌ مَا اِلَی الْحَضْرَۃِ الرَّبُوْبِیَّۃِ عَلٰی حَدِّ قَوْلِہٖ تَعَالٰی "وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ"

علامہ محقق کی اس تصریح سے ان تمام اعتراضات کا قلع قمع ہوگیا جو مِنْ نُوْرِہٖ کے جملہ پر مخالفین شان نورانیت کی طرف سے کئے جاتے ہیں۔

(مِنْ نُوْرِہٖ) میں اضافت بیانیہ ہے اور یہ تشریف و تفخیم اور تعظیم و تکریم کے لئے ہے جیسے بیت اللہ۔ ناقۃ اللہ اور روح اللہ میں اضافت عزت و شرافت کے لئے ہے۔ قرآن عظیم کے اس لفظ "وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ" میں کیا کوئی شخص اس کا قائل ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی روح آدم کی روح کے لئے مادہ یا اس کی جزو بنی؟ نہیں اور ہرگز نہیں، بلکہ سب یہی سمجھتے ہیں کہ ناقہ، بیت اور روح کی اضافت صرف مضاف اور منسوب کی عزت و شرافت کے لئے ہے۔ علامہ محقق

زرقانی کے اس بیان سے واضح ہو گیا کہ مِنْ نُوْرِہٖ کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی وساطت کے تخلیق عالم سے اوّل نورِ محمدی کو پیدا فرمایا اور اسی بلا توسطِ غیر کو "مِنْ نُوْرِہٖ" سے تعبیر فرمایا گیا۔

مذکورۃ الصدر حدیث جابرؓ کے متعلق محقق عارف باللہ امام عبد الغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقۂ ندیہ شرح طریقۂ محمدیہ میں فرماتے ہیں:

قَدْ خُلِقَ كُلُّ شَيْءٍ مِنْ نُوْرِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا وَرَدَ بِهِ الْحَدِيْثُ الصَّحِيْحُ

بیشک ہر چیز سیّد دو عالم نورِ مجسّم صلی اللہ علیہ وسلّم کے نور سے بنائی گئی ہے جیسا کہ حدیث صحیح اس معنی میں وارد ہوئی۔

علامہ فاسی مطالع المسرات میں لکھتے ہیں:

قَدْ قَالَ الْاَشْعَرِيُّ اِنَّهٗ تَعَالٰى نُوْرٌ لَيْسَ كَالْاَنْوَارِ وَالرُّوْحُ النَّبَوِيَّةُ الْقُدْسِيَّةُ لَمْعَةٌ مِّنْ نُوْرِهٖ وَالْمَلَائِكَةُ شَرَرُ تِلْكَ الْاَنْوَارِ وَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِيْ وَمِنْ نُوْرِيْ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَغَيْرُهٗ مِمَّا فِيْ مَعْنَاهُ۔

یعنی عقائد میں اہل سنت کے امام سیّدنا ابو الحسن اشعریؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسا نور ہے جو کسی کی مثل نہیں ہے اور حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ مقدس اسی نور کی چمک ہے اور فرشتے انہی نوروں کے جھڑے ہوئے پھول ہیں اور رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے رب العزّت نے میرا نور بنایا اور میرے ہی نور سے ہر چیز پیدا فرمائی۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب:

بعض حدیثوں میں مذکور ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے عقل کو پیدا فرمایا ہے: اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ الْعَقْلَ۔ بعض حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے اوّل قلم کو پیدا فرمایا گیا۔ چنانچہ ترمذی شریف میں مذکور ہے: اِنَّ اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰہُ الْقَلَمَ۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے پہلے قلم کو پیدا فرمایا۔ مذکورۃ الصدر حدیث سے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کا اوّل الخلق ہونا ثابت ہوتا ہے تو ان احادیث کی باہم تطبیق کیسے ہوگی؟ اس اشتباہ کا معقول جواب اکابرینِ ملت کی زبان سے سنیے!

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ الْقَلَمَ: اللہ تعالیٰ نے پہلے قلم کو پیدا فرمایا۔ پھر قلم کو حکم دیا اُکْتُبْ قَالَ مَا اَکْتُبُ قَالَ اُکْتُبْ مَا کَانَ وَمَا ھُوَ کَائِنٌ اِلَی الْاَبَدِ۔ لکھ! قلم نے عرض کیا الٰہ العالمین! کیا لکھوں؟ حکم ہوا۔ تقدیر لکھ۔ تو قلم نے جو کچھ ہو چکا تھا اور جو کچھ ابد تک ہونے والا تھا سب لکھ دیا۔

اس حدیث سے بھی حضور ہی کا اوّل الخلق ہونا ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر قلم کی تخلیق سے پہلے کوئی دیگر مخلوق موجود نہ تھی تو قلم نے مَا کَانَ (جو ہو چکا تھا) کیا لکھا اور مَا کَانَ سے شانِ الٰہی مراد نہیں لے سکتے، ورنہ خدا کا حادث اور محدود ہونا ثابت ہوگا۔ جو قطعاً محال ہے تو لامحالہ تسلیم کرنا ہوگا کہ مَا کَانَ صرف نورِ محمدی ہی تھا، جس کا ذکرِ خیر اور نعت و منقبت سب سے اوّل قلم نے لکھی۔

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ الْعَقْلَ: اس حدیث کو محدثین اور محققین کے نزدیک حسن قبول کا مقام

حاصل نہیں۔ چنانچہ شیخ محقق محدث دہلوی مدارج النبوت ۲/۲ میں فرماتے ہیں:

"بدانکہ اوّل مخلوقات و واسطہ صدور کائنات و واسطہ خلق عالم و آدم نور محمد است چنانچہ در حدیث صحیح وارد شدہ است اوّل ما خلق اللہ نوری و حدیث اول ما خلق العقل نزد محدثین و محققین بصحت نرسیدہ" یعنی جان لو کہ پہلی مخلوق، کائنات کے ظہور کا واسطہ اور تمام عالم اور حضرت آدم علیہ السلام کے پیدا کرنے کا سبب نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں مذکور ہے اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ اور جس حدیث میں سب سے اول عقل کے پیدا ہونے کا ذکر ہے اس حدیث کو محققین اور محدثین کے ہاں درجۂ قبولیت حاصل نہیں اور ان کو اُس کی صحت میں کلام ہے۔

البتہ شیخ المشائخ حضرت شیخ علی الخواصی رحمۃ اللہ علیہ (جو اپنے وقت کے جلیل الشان اولیاء اُمت میں شمار ہوتے ہیں) نے ان ہر دو حدیثوں کا مصداق حضورؐ ہی کی ذات گرامی قرار دیا ہے۔ مَعْنَاهُمَا وَاحِدٌ لِاَنَّ حَقِيْقَتَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَبَّرُ عَنْهَا بِالْعَقْلِ الْاَوَّلِ یعنی ہر دو حدیثوں کے معنی ایک ہی ہیں کیونکہ حقیقتِ محمدیہ (علیٰ صاحبہا التحیۃ والتسلیم) کو عقل اول سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔

مرقات ۱/۱۲۲

قال ابن حجر اختلف الروایات فی اوّل المخلوقات وحاصلها کما بینتہ فی شرح شمائل الترمذی انّ اوّلها النور الذی خلق منہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ثم الماء ثم العرش۔ علامہ ابن حجر نے کہا ہے کہ پہلی مخلوق کے متعلق روایات مختلف ہیں اور ان کا

خلاصہ اور حاصل یہ ہے جیسا کہ میں نے شرح شمائل ترمذی میں مفصل بیان کیا ہے کہ سب سے اوّل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کا نور مخلوق ہوا۔ پھر پانی پھر عرش پھر قلم۔

زرقانی ۱/۴۸

علامہ زرقانی فرماتے ہیں کہ نور محمدی کے اوّل الخلق ہونے میں کسی عالم اور محدّث کو اختلاف نہیں۔ اختلاف اس میں ہے ہل القلم اول المخلوقات بعد النور المحمدی، یعنی نور محمدی کے بعد اوّل الخلق کا منصب جلیل قلم کو حاصل ہے؟

علامہ موصوف ایک جامع تبصرہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ نے جب مخلوقات کو پیدا کرنا چاہا تو سب سے اوّل نورِ محمدی کو پیدا فرمایا، پھر پانی کی تخلیق ہوئی پھر عرش پھر قلم کو پیدا فرمایا۔

بان اوّلیۃ القلم بالنسبۃ الی ما عدا النور المحمدی والماء والعرش۔

محققین و محدّثین کے مندرجہ بالا روشن بیانات سے یہ امر بصراحت ثابت ہو گیا کہ مخلوقات میں اوّل الخلق ہونے کا منصب رفیع صرف نور محمدی کو حاصل ہے۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز

حدیث جابرؓ کے علاوہ اور حدیثیں بھی اس مضمون میں وارد ہیں۔

زرقانی ۳/۱۶۴ (رواہ ابن سعد وغیرہ):

کُنْتُ اَوَّلَ النَّبِیّٖنَ فِی الْخَلْقِ (لِخَلْقِ نُوْرِہٖ قَبْلَھُمْ) وَاٰخِرَھُمْ فِی البعث باعتبار الزَّمان۔ "میں پیدائش میں سب انبیاء (علیہم السلام) سے پہلے ہوں کیونکہ آپ کا نور سب سے پہلے پیدا ہوا" اور زمانہ کے اعتبار سے سب نبیوں کے آخر میں مبعوث ہوا ہوں"۔

الابریز شریف صفحہ ۲۶۶

اِنَّ اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰہُ تعالیٰ نُوْرُ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم۔ بیشک

جو تھے اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے پیدا فرمائی وہ ہمارے آقا و مولا محمد پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا نور تھا۔

تفسیر نیشاپوری ۵۵

وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ عِنْدَ الْاِیْجَادِ لِاَمْرِ کُنْ کَمَا قَالَ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ

امر کُن کے ایجاد کے وقت میں خدا کو تسلیم کرنے والوں میں سب سے اوّل ہوں۔ جیسا خود رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا"

مرقات ۱/۲

وَرُوِیَ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ۔ اور روایت کیا گیا ہے کہ خداوند کریم نے سب سے اوّل میرا نور پیدا فرمایا وَالْاَوَّلُ الحقیقی ھُوَ نُوْرٌ محمدی علی ما بینتہ فی المورد للمولد۔ اوّل اور حقیقی نور محمد مصطفےٰ علیہ السلام کا ہے جیسا کہ میں نے اپنی کتاب المورد للمولد میں بیان کیا۔

مدارج النبوۃ ۲/۲

در حدیث صحیح وارد شدہ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ۔ صحیح حدیث میں مذکور ہے کہ سب سے اوّل خداوند عالم نے نبی پاک صاحب لولاک کا نور پیدا فرمایا۔

علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حافظ ابن کثیر نے اپنی تاریخ میں اس حدیث کو نقل کیا ہے؛

انہ صلی اللہ علیہ وسلم کَانَ کَوْکَبًا دُرِّیًّا وَاَنَّ الْعَالَمَ کُلَّہٗ خُلِقَ مِنْہُ (زرقانی ۱/۳۲)

بیشک سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تابندہ و درخشندہ ستارہ تھے اور تمام کائنات آپ کے

نُور سے پیدا کی گئی۔

ان روایات سے روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ سیّدِ دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نُورِ پاک اوّل مخلوق ہے اور خداوندِ قدوس کے نُور سے ہے اور تمام کائنات آپ کے نُور کا پرتو و عکس ہے۔

نمبر ۲

سحر کا کیف و سرور میں ڈوبا ہُوا نُورانی وقت ہے۔ آقائے نامدار نبی مختار صلی اللہ علیہ وسلم محرابِ عبادت میں راز و نیاز کی محفل سجائے بیٹھے ہیں اور اللہ نور السمٰوات والارض کی بارگاہ اقدس سے اپنے کان اپنی آنکھ اپنے دل اپنے ہر ہر عضو، بلکہ ہر ہر بال میں نُور طلب فرما رہے ہیں اور آخر میں لبطور خلاصہ فرماتے ہیں: "فَاجْعَلْ لِیْ نُوْرًا یا وَاَعْظِمْ لِیْ نُوْرًا یا وَاجْعَلْنِیْ نُوْرًا" یعنی اے محبوبِ حقیقی! میرے نُور کو بڑھا، بلکہ مجھے نُور ہی نُور بنا دے۔

شائقین باتمکین کی تسکینِ خاطر کے لئے دعاءِ نبوّت کے پورے کلماتِ طیّبات پیش کئے جاتے ہیں:

مسلم شریف $\frac{1}{260}$

رئیس المفسرین عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں: مجھے ایک بار کاشانۂ نبوت میں رات بسر کرنے کا اتفاق ہُوا۔ میں نے دیکھا کہ سرورِ عالم علیہ السلام بسترِ استراحت سے اُٹھے مسواک استعمال کی، وضو کیا اور پھر نوافل میں مشغول ہو گئے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو زبانِ مبارک پر یہ دعائیہ الفاظ جاری تھے:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ فِیْ لِسَانِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ فِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ

فِی بَصَرِی نُوْرًا وَاجْعَلْ خَلْفِی نُوْرًا وَاَمَامِی نُوْرًا وَاجْعَلْ مِنْ فَوْقِی نُوْرًا وَمِنْ
تَحْتِی نُوْرًا اَللّٰهُمَّ اَعْظِمْ لِی نُوْرًا

اے اللہ! میرے دل میں نور کردے، میری زبان پر نور کردے اور میرے کانوں میں نور کردے
اور میری آنکھوں میں نور کردے اور میرے پیچھے نور کردے اور میرے آگے نور کردے اور میرے اوپر
نور کردے اور میرے نیچے نور کردے۔ اے اللہ! میرے لئے نور زیادہ کردے۔

بخاری شریف ۲/۹۳۴

بخاری کی روایت میں وَاَعْظِمْ لِی نُوْرًا کی جگہ وَاجْعَلْ لِی نُوْرًا آیا ہے۔ اور مسلم شریف
کی ایک روایت میں وَاجْعَلْنِی نُوْرًا آیا ہے۔ یعنی اے نور السمٰوات والارض مجھے نور ہی
نور بنادے۔

بعض روایات میں یہ الفاظ بھی منقول ہیں:
فِی لَحْمِی وَدَمِی وَشَعْرِی وَعِظَامِی وَلِسَانِی وَقَبْرِی نُوْرًا۔ میرے گوشت،
میرے خون، میرے بالوں، میری ہڈیوں اور میری قبر کو نور بنادے۔

شرح شفا ملا علی قاریؒ ۱/۲۱۵

هو صلى الله عليه وسلم بقلبه وقالبه نور يستفاد منه الانوار ويستفاد منه الاسرار
وقد ورد اللهم اجعلنی نورا وقد سماه الله تعالى نورا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دل اور بدن تمام نور ہے سارے نور (سورج چاند ستارے وغیرہ)
آپ کے نور سے مستنیر اور روشن ہیں اور دلوں کے راز آپ سے چمک اور روشنی پاتے ہیں۔

حدیث میں مذکور ہے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ نُوْرًا (اے اللہ! مجھے نُور بنادے) بیشک اللہ تعالیٰ نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام پاک نُور رکھا ہے۔

فائدہ: آقائے نامدار تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا بارگاہ مجیب الدعوات میں حُسنِ قبول کی خلعت حاصل کئے ہوئے ہے کیونکہ ہر نبی مستجاب الدعوات ہوتا ہے۔ سیدِ ولدِ آدم فخرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان محبوبیت و مقبولیت کا کیا کہنا۔ اِدھر لبِ اقدس سے دعائیہ الفاظ نکلتے اُدھر وہ واقعہ بن کر سامنے آجاتے ؎

اجابت نے جھک کر گلے سے لگایا
بڑھی ناز سے جب دُعائے محمدؐ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کا تو یہ عالم ہوتا تھا ؎

منظور ہیں ابرو کے اشارے سے دعائیں
کیونکر تیرِ کمانِ ابروئے نبوت کا خطا ہو

یہ دعائے نبوت درجۂ قبولیت سے نوازی گئی اور آپ کا ایک ایک عضو ایک ایک بال اور جسم اقدس کا ایک ایک ذرہ ذرہ نُور بلکہ نُورٌ علیٰ نُور بنادیا گیا ؎

شمع دل، مشکوٰۃ تن سینہ زجاجہ نُور کا
تو ہے سایہ نُور کا ہر عضو ٹکڑا نُور کا

منکرین شانِ نُورانیت کا یہ کہنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نُور ہونے کی دُعا کرنا اس امر کی روشن دلیل ہے کہ حضور نُور نہ تھے۔ نُور ہوتے تو اس دعا کی حاجت ہی کیا تھی۔ اناللہ!....

جواباً عرض ہے کہ دعا ہمیشہ کسی نعمت یا رحمت کے حصول ہی کے لئے نہیں کی جاتی بلکہ کبھی مقصد یہ ہوتا ہے کہ جو نعمت مجھے مل چکی ہے اس کا انقطاع نہ ہو بلکہ علی الدوام میں اس نعمت سے لطف اندوز ہوتا رہوں۔ گویا وہ نعمت کے حصول کی دعا نہیں بلکہ نعمت کے بقا و دوام کے لئے دعا ہے۔ بحمداللہ ہر مسلمان ہدایت یافتہ ہے اور صراطِ مستقیم پر زندگی کا سفر طے کر رہا ہے مگر ہر نمازی ہر روز کئی کئی بار اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ کی دعا کرتا ہے تو معترض کے اصول کے مطابق کیا مسلمانوں کو ابھی تک ہدایت اور صراطِ مستقیم پر چلنا نصیب نہیں ہوا کہ ہر روز دعائیں جاری ہیں؟ ہرگز نہیں کائنات میں صرف مسلمان ہی ہدایت یافتہ اور حق و صداقت کے صراطِ مستقیم پر قائم ہیں بلکہ خود مہبطِ وحی والہام صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی نمازوں میں یہ دعا پڑھا کرتے تھے اور اپنی پاکیزہ زندگی کی آخری نماز میں بھی حضورؐ نے اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ پڑھا، تو کیا العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ آخری لمحات تک رسولِ خدا حبیبِ کبریا ہدایت یافتہ نہ تھے اور دوسروں کو صراطِ مستقیم کی رہنمائی اور نشان دہی کرنے والا ابھی تک خود صراطِ مستقیم کی سعادتوں سے بے بہرہ تھا؟

معلوم ہوا کہ جس طرح الصراط المستقیم کی بلندیوں پر فائز ہوتے ہوئے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے "الصراط المستقیم" کی دعا فرمائی بالکل اسی طرح نور، سراپا نور اور مجسم نور ہوتے ہوئے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِي نُوْرًا کی نورانی دعا فرمائی۔

نمبر ۳

سیرت حلبیہ ۱/۲۹ ، زرقانی ۱/۴۹ ، احکام ابن القطان

عن علی بن الحسینؓ عن ابیہ عن جدہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال کنت

نُوْرًا بَیْنَ یَدَیْ رَبِّیْ قَبْلَ خَلْقِ اٰدَمَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ بِاَرْبَعَۃَ عَشَرَ اَلْفَ عَامٍ

حضرت امام زین العابدینؓ اپنے والد ماجد حضرت امام حسینؓ سے اور وہ اپنے والد گرامی علی مرتضیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے چودہ ہزار سال پہلے میں خداوند عالم کے ہاں ایک نور تھا۔ محدث ابن القطان جنہوں نے اس روایت کو اپنی کتاب میں بیان کیا ہے ان کے متعلق علامہ زرقانی فرماتے ہیں: وَکَانَ مِنَ الْمُبْصِرِ النَّاسِ بِصِنَاعَۃِ الْحَدِیْثِ وَاحْفَظِھِمْ لِاَسْمَاءِ رِجَالِہٖ ۔ یعنی محدث ابن قطان حدیث میں بصیرت تام رکھتے تھے اور اسماء رجال کے بہت بڑے حافظ تھے۔

علامہ زرقانی فرماتے ہیں کہ یہ روایت حدیث جابر کے معارض نہیں، جس میں نور محمدی کا اول المخلوق ہونا مذکور ہے: لَا یُنَافِیْ مَا مَرَّ اَنَّ نُوْرَہٗ خَلَقَ قَبْلَ الْاَشْیَاءِ اس روایت میں نور محمدی کی تخلیق کا ذکر نہیں بلکہ حضورؐ کے ارشاد کا مفہوم یہ ہے کہ مجھے آدم علیہ السلام سے چودہ ہزار برس پہلے خداوند قدوس کا خصوصی قرب حاصل ہوا۔ گویا اس حدیث میں ایک خاص الخاص مرتبہ کی طرف اشارہ ہے۔

نمبر ۴

زرقانی $\frac{1}{116}$ ، البدایہ والنہایہ $\frac{2}{322}$

حضرت، عرباض بن ساریہؓ بیان کرتے ہیں۔ ایک بار میرے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی روداد زندگی یوں بیان فرمائی:

اِنِّیْ عِنْدَ اللّٰہِ فِیْ اَوَّلِ الْکِتَابِ لَخَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ وَاِنَّ اٰدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِیْ طِیْنَتِہٖ وَسَاُنَبِّئُکُمْ بِتَاوِیْلِ ذٰلِکَ دَعْوَۃُ اَبِیْ اِبْرَاہِیْمَ وَبِشَارَۃُ عِیْسٰی قَوْمَہٗ وَرُؤْیَا اُمِّیْ

اللتی رأت حین وضعتنی وقد خرج لہا نور اضاءت منہ قصور الشام، اخرج احمد والبزار والطبرانی والحاکم عن العرباض بن ساریہ قال الحافظ ابن حجر صححہ حبان۔

بیشک میں لوح محفوظ میں خاتم النّبیین لکھا جا چکا تھا اور سیدنا آدم علیہ السلام کا ابھی تک جسم بھی تیار نہیں ہوا تھا اور میں اپنی حقیقت کی تمہیں خبر دیتا ہوں کہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا، حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی بشارت اور اپنی والدہ محترمہ کا وہ معائنہ ہوں جو انھوں نے میری ولادت (باسعادت) کے وقت مشاہدہ فرمایا تھا کہ ان سے ایک نور ظاہر ہوا جس سے ان کے لئے شام کے محلات روشن ہو گئے ؎

ہوئی پہلوئے آمنہؓ سے ہویدا
دعائے خلیلؑ اور نوید مسیحاؑ

مستدرک ۲/۶

اصحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا یا رسول اللہ! اپنی ابتدا کے متعلق کچھ ارشاد گرامی فرمائیں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا: میری والدہ محترمہ نے فرمایا ہے: خَرَجَ مِنِّیْ نُوْرٌ اَضَاءَتْ مِنْہُ قُصُوْرُ الشَّام، ھٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ۔ مجھ سے نور نکلا، جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔ سبحان اللہ العظیم! حضورؐ نے اپنا نور ہونا خود بیان فرمایا اور نور بھی ایسا بلند و بالا کہ اگر وہ کسی چار دیواری کے اندر چمکے تو بھی کوئی دیوار، پہاڑ اور حجاب حائل نہیں ہو سکتا۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے مکہ مکرمہ میں بیٹھ کر شام کے محلات کا نظارہ دیکھا۔

انتباہ ! اس حدیث میں لفظ رؤیا سے خواب مراد نہیں، بیداری میں ظاہری نگاہوں سے دیکھنے کو بھی رؤیا کہا جاتا ہے۔ چنانچہ شیخ محقق محدث دہلوی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں،
"گفتہ اند کہ ایں در بیداری بود پس مراد برؤیا رؤیلے عینی است"

نمبر ۵

مواہب اللدنیہ $\frac{1}{115}$

عن ابی عباسؓ ان اٰمنۃ بنت وھب قالت لما فصل النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم خَرَجَ منہ نُورٌ اضاء لہ مَابَیْنَ الْمَشْرِق وَالْمَغْرِب

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ نبی کریم کی والدہ محترمہ بیان فرماتی ہیں کہ جب حضورؐ پیدا ہوئے تو ایک ایسا نورِ عظیم ظاہر ہوا جس سے مشرق و مغرب تک روشنی پھیل گئی۔

نمبر ۶

ابن عساکر۔ خصائص الکبریٰ جلد اوّل

محبوبۂ مصطفےٰ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ الکبریٰ فرماتی ہیں: کُنْتُ اخیط فی السحر فسقطت الابرۃ فطلبتھا فلم اقدِرْ علیھا فدخل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فتبینت الابرۃ بشعاع نُورِ وجھہ

میں سحری کے وقت کچھ سی رہی تھی، سوئی ہاتھ سے گر گئی۔ تلاش کے باوجود سوئی نہ ملی۔ اتنے میں ہدایت کے روشن چراغ سراپا نور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کاشانۂ نبوت میں تشریف لائے۔ میں نے واقعہ عرض کیا سرکار والا تبار زیر لب مسکرائے بس دفعتہً حضور پرنور

کی نور پاش مسکراہٹ سے چہرۂ نبوت جگمگا اٹھا اور ہر چیز روشن ہو گئی اور میں نے اپنی کھوئی ہوئی سوئی اٹھا لی۔

سوزنِ گم شدہ ملتی ہے تبسم سے ترے
شام کو صبح بناتا ہے اجالا تیرا

اسی جنت نگاہ منظر کی طرف جناب سیدہ صدیقۃ الکبریٰ نے اپنے اشعار میں اشارہ فرمایا ہے:

لَنَا شَمْسٌ وَلِلْاٰفَاقِ شَمْسٌ وَشَمْسِیْ فَوْقَ مِنْ شَمْسِ السَّمَائِیْ
وَشَمْسُ النَّاسِ تَطْلَعُ بَعْدَ فَجْرٍ وَشَمْسِیْ تَطْلُعُ بَعْدَ الْعِشَائِیْ

ایک ہمارا آفتاب (رسالت) اور ایک کائنات کا آفتاب ہے لیکن آسمان کے آفتاب سے ہمارے "سراج منیر" کو بڑی فوقیت حاصل ہے۔ انسانوں کا سورج صبح کو طلوع ہوتا ہے لیکن ہمارا تابندہ آفتاب رات کو بھی اپنے انوار بکھیرتا ہے۔

نمبر ۷

نسیم الریاض ۱/۳۴۸

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں: کنت ادخل الخیط فی الابرۃ حال الظلمۃ لبیاض رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔ حضورؐ کی ذات انور اس درجہ درخشاں و تاباں تھی کہ میں اندھیری راتوں میں سوئی میں دھاگہ ڈال لیا کرتی تھی۔

نمبر ۸

سیرت حلبیہ ۱/۵۴ زرقانی ۱/۱۴۸

روی ابن سعد عن ابی العجناء مرفوعا قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم

رأت امی حین وضعتنی سطع نورا اضاءلہ قصور بصریٰ۔

ابن سعد نے ابوالعجفا سے مرفوعاً روایت کیا کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میری ماں نے مجھے جنا ایک نور چمکا جس سے بصریٰ کے محل روشن ہو گئے۔

نمبر ۹

بیہقی، مواہب اللدنیہ، زرقانی، طبرانی۔

عن فاطمہ بنت عبد اللہ قالت لما حضرت ولادۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رأیت البیت حین وقع ای نزل من بطن امہ قد امتلاء نورا ورأیت النجوم تدنو حتی ظننت انہا ستقع علی

جناب فاطمہ بنت عبد اللہ (صحابیہ) بیان کرتی ہیں حبیب رسول خدا علیہ السلام جلوہ آرائے جہاں ہوئے میں نے دیکھا تمام گھر نور سے جگمگا اٹھا اور میں نے دیکھا کہ آسمان کے ستارے زمین کے اتنے قریب آ گئے کہ مجھے خطرہ ہوا کہ کہیں مجھ پر گر نہ پڑیں

علامہ زرقانی فرماتے ہیں کہ علامہ زرکشی اور علامہ ابن حجر نے فتح الباری میں اس کو صحیح کہا ہے۔
علامہ ابن حجر فرماتے ہیں شاھدہ حدیث العرباض۔ اس کی صحت کی شاہد حدیث عرباض ہے۔
(جو پہلے گذر چکی ہے)۔

نمبر ۱۰

کتاب الشفا ۳/۳۷، ابو نعیم، مواہب اللدنیہ

وقول الشفاء ام عبد الرحمن بن عوف لما سقط صلی اللہ علیہ وسلم علی یدی ای

وضعتہ امّہ واستہل سمعت قائلا رحمک اللہ واضاء لی ما بین المشرق والمغرب حتی نظرت الی قصور الروم۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی والدہ حضرت شفاؓ کہتی ہیں: جب نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف فرما ہوئے تو میں نے اُن کو اپنے ہاتھوں پہ اُٹھایا تو کسی کہنے والے کی آواز کو سُنا جو کہتا ہے "رحمک اللہ" (اے محمد پاک! آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو) اور تمام مشرق و مغرب کے درمیان ایسی تیز روشنی چمکی کہ میں نے روم کے محلوں کو دیکھ لیا۔

نمبر ۱۱

خصائص الکبریٰ $\frac{۱}{۵۱}$

امام جلال الدین سیوطی جناب عکرمہؓ سے روایت کرتے ہیں لمّا ولد النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلّم اشرقت الارض۔ جب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم زینت بخش عالم ہوئے تو ساری زمین نور سے چمک گئی۔

نمبر ۱۲

بخاری $\frac{۱}{۵۰۲}$

سئل البراء اکان وجہ النبی صلی اللہ علیہ وسلّم مثل السیف قال لا بل مثل القمر

کسی عاشق صادق نے حضرت براء بن عازبؓ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خدوخال کے متعلق پوچھا کہ کیا وہ تلوار کی طرح چمکدار تھے؟ فرمایا نہیں بلکہ وہ چاند کی مثل روشن تھے۔

نمبر ۱۳

بخاری ج۱ / ۵۰۲

حضرت کعب بن مالکؓ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ جب میں بارگاہِ رسالت میں سلام نیاز عرض کرنے کے لئے حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ آپ کا چہرۂ اقدس فرحت و مسرت سے بجلی کی طرح چمک رہا ہے۔ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِذَا سُرَّ اسْتَنَارَ وَجْهُهٗ حَتّٰى كَاَنَّهٗ قِطْعَةُ قَمَرٍ صرف آج ہی نہیں بلکہ ہمیشہ جب حضورؐ پر کیف و انبساط کے آثار طاری ہوتے، آپ کا چہرۂ زیبا چاند کا ایک ٹکڑا معلوم ہوتا۔ علامہ عینی شرح بخاری میں لکھتے ہیں: اى جَبِيْنُهٗ قِطْعَةُ قَمَرٍ۔ یعنی آپ کی پیشانی چاند کا ٹکڑا تھی مستدرک میں بھی یہ حدیث جلد دوم صفحہ ۶۰۵ پہ موجود ہے۔ صاحبِ مستدرک اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں ھذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین یعنی شیخین (مسلم و بخاری) کی صحت کے اصولوں کے مطابق یہ حدیث صحیح ہے۔

نمبر ۱۴

بخاری ج۱ / ۵۰۲

حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ سیّدِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم میرے پاس تشریف لائے آپ پر کیف و سرور کی حالت طاری تھی اور آپ کے رخساروں کی لکیریں بجلی کی طرح چمک رہی تھیں۔

نمبر ۱۵

مشکوٰۃ ص ۵۱۵ (رواہ مسلم)

حضرت جابر بن سمرہ کے سامنے کسی نے بیان کیا کہ حضور کا چہرہ تلوار کی مانند تھا آپ نے

فرمایا لا بَلْ کَانَ مِثْلَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ۔ ہرگز نہیں، میرے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور آفتاب و ماہتاب کی مثل نورانی تھا۔

حضرت ملا علی قاری مرقات میں فرماتے ہیں مثل الشمس والقمر ای فی قوۃ الضیاء وکثرۃ النور۔ یعنی روشنی کی تیزی اور نور کی کثرت میں سورج اور چاند کی مانند تھا۔

نمبر ۱۶

مشکوٰۃ، ترمذی، حجۃ اللہ علی العالمین

حضرت ابوہریرہؓ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال کے متعلق اپنا تاثر بیان کرتے ہیں: مَا رَاَیْتُ شَیْئًا اَحْسَنَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَاَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِیْ فِیْ وَجْھِہٖ اِذَا ضَحِکَ یَتَلَا لُؤُ فِی الْجُدُرُ۔ میں نے حضور علیہ السلام سے زیادہ خوبصورت کسی کو نہیں دیکھا۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ آفتاب آپ کے چہرۂ مبارک میں چل رہا ہے اور جب آپ ہنستے تو دیواریں روشن ہو جاتیں ؎

چاند سے منہ پہ تاباں درخشاں درود
نمک آگیں صباحت پہ لاکھوں سلام

نمبر ۱۷

ترمذی، دارمی، مشکوٰۃ

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَۃَؓ قَالَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ لَیْلَۃٍ اِضْحِیَانٍ فَجَعَلْتُ اَنْظُرُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاِلَی الْقَمَرِ وَعَلَیْہِ حُلَّۃٌ حَمْرَاءُ فَاِذَا

ھو احسن عندی من القمر۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کو میں نے سُرخ حلہ زیب تن کئے ہوئے دیکھا، چاند بھی اُس رات پوری تابانی پر تھا۔ میں بہت دیر تک آفتابِ رسالت اور بدرِ کامل میں مقابلہ کرتا رہا، بالآخر میرے دل کو فیصلہ کرنا پڑا اور میری نگاہیں زبان بن کر پکار اُٹھیں کہ یہ گھٹنے بڑھنے والا بدر منیر میرے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حُسن فراواں کی کسی طرح برابری نہیں کرسکتا ؎

فروغِ مہر بھی دیکھا نمودِ گلشن بھی
تمھارے سامنے کس کا چراغ جلتا ہے

جن کے آگے چراغ قمر جھلملائے　　　اُن عذاروں کی طلعت پہ لاکھوں سلام

نمبر ۱۸

زرقانی ۴/۹۱، استیعاب ۱/۱۲۵

دربارِ رسالت کے محبوب شاعر حضرت حسان بن ثابت (جو اَللّٰھُمَّ اَیِّدْہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ کی بشارتیں اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہیں) اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں ؎

مَتٰی یَبْدُ فِی اللَّیْلِ الْبَہِیْمِ جَبِیْنُہٗ　　　یَلُوْحُ مِثْلَ مِصْبَاحِ الدُّجَی الْمُتَوَقِّدِ

جب سخت اندھیری رات میں آپ کی پیشانی مبارک ظاہر ہوتی ہے تو اندھیری رات کے چراغ کی مانند روشنی دیتی ہے

نمبر ۱۹

مشکوٰۃ ۔ دارمی

حضرت ابی عبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا

حُلیہ مبارک بیان کیجیے کہ جناب کیسے تھے؟ قَالَتْ یَا بُنَیَّ لَوْ رَأَیْتَہٗ رَأَیْتَ الشَّمْسَ طَالِعَۃً فرمایا اے بیٹا! اگر تو اُن کے جمال جہاں آرا کو دیکھتا تو دیکھتے ہی پکار اُٹھتا کہ (افق سے) آفتاب طلوع ہو رہا ہے۔

نمبر ۲۰

فتح الباری شرح صحیح بخاری $\frac{۶}{۳۶۱}$

ایک ہمدانی عورت آفتاب رسالت کی معیت میں حج کی سعادت حاصل کرتی ہے۔ جب وہ اپنے وطن مالوف کو واپس لوٹی تو ابو اسحاق نے اُس عورت سے حضور علیہ السلام کا حلیہ مبارک پوچھا: قالت کالقمر لیلۃ البدر لم ار قبلہ ولا بعدہ مثلہ۔ کہا چودھویں رات کے چاند تھے میں نے اُن سے پہلے نہ اُن کے بعد کسی کو اُن کی مثل حسین وجمیل پایا۔

نمبر ۲۱

مواہب اللدنیہ $\frac{۲}{۷۲}$

عن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ قال کان وجہ رسول اللہ کدارۃ القمر حضرت صدیق اکبرؓ فرماتے ہیں میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور بدر کامل کی مانند تھا یعنی نورانیت میں بدرجہ غایت واتم تھا۔

نمبر ۲۲

نہایہ ابن اثیر، مواہب، زرقانی $\frac{۲}{۷۹}$

انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام فکان وجہہ المرأۃ یری شخص الجدرنی وجھہ

صلی اللہ علیہ وسلم ۔ بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور آئینہ کی مانند تھا۔ دیواروں کا عکس روئے انور میں نظر آتا تھا۔

نمبر ۲۳

جمیع الرسائل لشرح الشمائل ۲/۱۴

مُلّا علی قاری محدث فرماتے ہیں : فَکَانَ وَجْھُہٗ صَلّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم وَجْہَ الْمِرْاٰۃُ وَکَانَ الْجُدُرُ تلاحظ وجھہ والمعنی ان جدر البیت تری فی وجھہ صلی اللہ علیہ وسلم کما تری فی المراۃ لو غاتہ ۔ حضور علیہ السلام کا رخ زیبا تابندگی و درخشانی میں صفائی وشفافی آئینہ کی مانند تھا۔ دیواروں کا عکس آپ کے چہرۂ انور میں یوں نظر آتا تھا، جیسے آئینہ میں نظر آتا ہے۔

علامہ فاسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم یُضِیْئُ الْبَیْتَ الْمُظْلِمَ مِنْ نُوْرِہٖ ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اندھیرے گھر کو اپنے نورانی چہرہ سے روشن کردیتے تھے۔ (مطالع المسرات ص۱)

نسیم الریاض ۳/۲۷۵

دربار رسالت کے اس محبوب شاعر کا ایک اور شعر سُنیئے :

نورا اضاء لہٗ علی البریۃ کلھا !

من یھد للنور المبارک یھتدی

آپ کے نور نے تمام کائنات کو روشن کر دیا، جو اس نور سے مستنیر ہوا وہی ہدایت یافتہ ہے

ایسی جبیں کہ صبح تمنّا کہیں اسے ایسی جبیں کہ نُورِ کا دریا کہیں اسے

دیکھیں کہیں تو عرشِ معلّٰی کہیں اسے ایسی جبیں کہ نُورِ تجلّی کہیں اسے

پھر اس پہ ابروؤں کے جو قوسین بل گئے

معراجِ نُور ہو گئی کونین بل گئے

نمبر ۲۴

زرقانی ۳/۵۹، مواہب اللدنیہ۔ انوارِ محمدیہ ۱/۱۲۶ استیعاب ۱/۲۴۷

(حضرت) کعب بن زہیرؓ زمانۂ جاہلیت کے ممتاز شعراء میں شمار ہوتے تھے۔ اپنے علاقہ میں عزّت و شرف کا ایک خاص مقام رکھتے تھے۔ عام شعراء کی طرح انھوں نے بھی کچھ ایسے اشعار لکھے، جن میں شانِ رسالت کی ہجو و تنقیص تھی۔ جب اُن کے وہ دلخراش اشعار بارگاہِ رسالت میں پڑھے گئے تو وہ اشعار حضور کی سخت قلبی اذیت اور روحانی کوفت کا باعث ہوئے۔ اس تکلیف کے آثار چہرۂ انور سے نمایاں ہو رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جاں نثاروں کو حکم دیا مَنْ لَقِیَ مِنْکُمْ کَعْبَ بْنَ زُھَیْر فَلْیَقْتُلْہُ۔ میرے ساتھیو! شانِ رسالت میں نازیبا اشعار کہنے والا یہ گستاخ شاعر تم کو جہاں ملے اسے قتل کردو۔ (حضرت) کعب کا بھائی حلقہ بگوشِ اسلام ہو چکا تھا اور مجمع میں موجود تھا۔ جب اُس نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس تہدیدی فرمان کو سنا تو اُسے بھائی کی جان خطرہ میں معلوم ہوئی کہ زمین باوجود اپنی کشادگی کے اب کعب کے لیے تنگ ہو چکی ہے۔ چنانچہ اُنھوں نے مجلسِ نبوت کی پوری روئداد سے کعب کو مطلع کیا اور لکھا کہ اگر تم اپنی جانِ عزیز کی بقا چاہتے ہو تو اس کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ مدینہ طیبہ چلے آؤ اور دامنِ نبوّت سے وابستہ ہو جاؤ۔ رحمۃٌ للعالمین کی عالم پناہ بارگاہِ اقدس میں

سوا پوری دنیا میں تمھارے لئے کوئی جائے پناہ باقی نہیں ہے۔

سچ ہے:- نہ جہاں میں کہیں اماں ملی جو اماں ملی تو کہاں ملی
میرے جرم خانہ خراب کو ترے عفو بندہ نواز میں

(حضرت) کعب بھائی کا ناصحانہ پیام سُن کر عازم مدینۂ منوّرہ ہوئے۔ بارگاہِ رسالت میں شرف باریابی حاصل کیا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلّم سے عرض پرداز ہوئے: یا رسول اللہؐ! کیا آپ کی رحمت و رافت کی پاکیزہ چھینٹوں سے کعب بن زہیر جلیسا اشتہاری مجرم بھی سیراب ہو سکتا ہے؟ اگر وہ مسلمان ہو جائے، تو کیا اس ناقابلِ بخشش مجرم کی گذشتہ گستاخیاں، نافرمانیاں اور بے ادبیاں معاف ہو سکتی ہیں؟ رحمۃ للعالمین نے ارشاد فرمایا: کیوں نہیں۔ اسلام کا آب رحمت نوش کرنے کے بعد زندگی کی تمام تاریکیاں اور کثافتیں دُور ہو جاتی ہیں۔ زبانِ نبوّت کے یہ الفاظ (حضرت) کعب کے لئے آبِ حیات ثابت ہوئے۔ چہرہ پر مسرّت کی روشنی پھیل گئی اور وہ بے اختیار پکار اُٹھے۔ اَنَا یَا رَسُوْلَ اللہ! کَعْبُ بن زُہَیر۔ یا رسول اللہ! میں ہی وہ بدبخت کعب ہوں جس نے آپ کی ہجو میں اشعار لکھے۔ میں اپنی گستاخانہ حرکتوں پر سخت نادم اور شرمندہ ہوں اور جناب کی بارگاہِ رحمت میں معافی کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ رحمتِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلّم کے عفوو کرم سے حضرت کعب کو دوبارہ زندگی نصیب ہوئی اور اُن کو جنّت کی بشارت سُنائی گئی۔ جب خوش بخت کعب اسلام کی سعادتوں سے نوازے گئے تو اُنھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے اجازت فرمائیے کہ میں نے جس زبان سے جناب والا کی ہجو لکھی تھی آج اُسی زبان سے حضور کی مدح و ثنا اور تعریف و توصیف کہوں۔ تاکہ میرا یہ نعتیہ کلام میرے گذشتہ گناہوں کا کفّارہ بن سکے۔ حضرت کعب کو بارگاہِ رسالت میں نعت شریف عرض کرنے کی اجازت بخشی گئی۔

حضرت کعب اُٹھے۔ اُس وقت حضرت کعب پر ایک عجیب رُوحانی نشہ طاری تھا۔ وہ اپنی اس عزت افزائی پر جھوم رہے تھے۔ تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا رونق افروز ہونا صحابہ کرام کا مجمع اور حضرت کعب جیسے شعلہ نوا شاعر کا نعتیہ کلام اور مسجد نبوی کے قدسی ماحول میں پیش کرنا، ایک ایسا جنت نگاہ سماں تھا، جس کا کیف و سرور لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ ایک ایک مصرع پر ہر طرف سے آفرین کے نعرے بلند ہو رہے تھے۔ حضرت کعب بارگاہ رسالت میں عقیدت و محبت کا نذرانہ پیش کر رہے تھے اور نعت مصطفےٰ کا وجد آفریں نغمہ مسجد نبوی کی فضاؤں میں گونج رہا تھا۔ جب حضرت کعب نے اپنے قصیدے کا یہ شعر بڑے خلوص اور بڑی سچائی کے ساتھ بارگاہِ رسالت میں پڑھا تو خود مہبط وحی و الہام صلی اللہ علیہ وسلم بھی جھوم گئے۔ رُخ زیبا پہ آفتاب و ماہتاب کی تابانی جھلک آئی اور آپ نے مسرت کیف میں ڈوبے ہوئے دستِ ہمایونی سے حضرت کعب کے کندھوں پر اپنا دوشالہ ڈالتے ہوئے اپنے عاشق صادق کی یوں پذیرائی فرمائی، واہ! واہ، خوش نصیب کعب ابن زہیر تیری قسمت کا ستارہ چمک اٹھا اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی و رضا کے سدا بہار پھول حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ وہ وجد آفریں شعر جس پر حضرت کعبؓ نے بارگاہِ رسالت سے انعام پایا، یہ ہے:

اِنَّ الرَّسُوْلَ لَنُوْرٌ یُّسْتَضَاءُ بِہٖ
مُھَنَّدٌ مِنْ سُیُوْفِ اللّٰہِ مَسْلُوْل

یقیناً محمد پاک صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے ایسے نور ہیں، جن سے تمام کائنات روشنی حاصل کرتی ہے اور آپ اللہ کی تلواروں میں سے ایک کھچی ہوئی ننگی تلوار ہیں۔

روی الحاکم ان کعبًا انشد ہ من سیوف الھند مسلول فقال صلی اللہ علیہ وسلم من

سیوف اللہ۔

علامہ زرقانی فرماتے ہیں کہ حضرت کعب نے یہ مصرعہ یوں پڑھا تھا: "مھند من سیوف الھند مسلول"
حضور نے اس کی اصلاح فرمائی کہ یوں پڑھو: مھند من سیوف اللہ مسلول۔

حضرت کعب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نور کہا اور بارگاہِ رسالت سے انعام واکرام سے سرفراز ہوئے۔ اگر حضور نور نہ تھے اور حضور کو نور کہنا نفس الامر کے خلاف اور کفر وشرک ہوتا تو حضور اس کی تردید فرمادیتے اور اس کی اصلاح فرماتے، جس طرح کہ آپ نے دوسرے مصرعے کی اصلاح فرمائی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ قصیدہ بانت سعاد میں سب سے زیادہ جو شعر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ پسند آیا وہ یہی شعر تھا جس پر حضور نے رسول خدا کی "نورانیت" کے اظہار کرنے والے شاعر کو انعام سے نواز کر اُس کے اس بیان پر مہر تصدیق ثبت فرمادی کہ آپ بلاشک نور ملکہ نورٌ علیٰ نور اور نورالانوار ہیں۔

ببیں تفاوتِ راہ از کجا است تا بکجا

سبحان اللہ! ایک وہ بابرکت زمانہ تھا جب کوئی شخص حضور کی شانِ نورانیت و قدوسیت کو بیان کرتا، تو رسولِ خدا کی طرف سے انعام و اکرام سے نوازا جاتا اور صحابہ کرام اس کے اس بیان کو عقیدت کے کانوں سے سنتے اور داد دیتے تھے اور بے پناہ لذت محسوس کرتے تھے اور آج ایک یہ پُرفتن زمانہ ہے کہ مسلمان کہلانے والے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ نورانیت و قدوسیت کے بیان کرنے والوں پہ کفر وشرک کے فتوے چسپاں کرنے میں قطعاً جھجک محسوس نہیں کرتے!

نمبر ۲۵

نسیم الریاض ۳۲۶/۱

عن عائشہ قالت نظرت الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو یخصف نعلہ وقد عرق

جبينه وجعل عرقه يتولد نورا فبهتت فقال مالك بهتين فقالت نظرت لعرقك يتولد نورا فلوراك ابوكثير هذلى لعلم انك احق بقوله ۔

واذا نظرت الى اسرة وجهه   برقت كبرق العارض المتهلل

حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ فرماتی ہیں کہ ایک بار میں نے حضورؐ کو اپنا جوتا مبارک گانٹھتے دیکھا۔آپ کی پیشانی مبارک میں پسینہ کے قطرے جھلک رہے تھے اور ان پسینہ کے قطروں سے نور ابل رہا تھا۔میں حیرت و استعجاب سے اس حسین منظر کو دیکھ رہی تھی کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا اے عائشہؓ ! کیا ہے تو کس سوچ بچار میں ہے؟ عرض کیا یارسول اللہؐ ! میں جناب کے پسینہ کو دیکھ رہی ہوں جس میں نور جلوہ فگن ہے۔اگر آپ کو ابو کثیر ہذلی دیکھتا تو پکار اٹھتا کہ اس کے اس شعر کا مصداق صرف محمد پاکؐ کی ذات گرامی ہی ہے۔شعر یہ ہے:

میں نے جب محبوب کے چہرہ کی لکیریں دیکھیں تو یوں چمکتی تھیں جیسے بادل سے بجلی کوندتی ہے۔

رُخ تھا رُخِ بہار سحر گاہ عید کا

جیسے ورق کھلا ہو کلامِ مجید کا

نمبر ۲۶

البدایہ والنہایہ $\frac{2}{258}$ الاستیعاب $\frac{1}{161}$، مستدرک $\frac{3}{327}$

جب سیّدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک سے بخیر و عافیت واپس تشریف لائے تو مدینہ منورہ والوں نے شہر سے باہر نکل کر سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے خیر مقدم کا شرف حاصل کیا۔آج اُن کو بے پناہ خوشی حاصل تھی کہ ہمارے ملجا و ماویٰ، ہدایتوں کے پرچم، سعادتوں کے نشان اور برکتوں کے

خزانے لے کر واپس تشریف لے آئے۔ اُن کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ شوقِ نظارہ چٹکیاں لے رہا تھا۔ در و دیوار سے تہنیّت کے نغمے اور درُود و سلام کے زمزمے بلند ہو رہے تھے۔ مدینۂ پاک کے تمام شہری، بچے، بچیاں اور عورتیں، دلآویز ترنّم کے ساتھ، نبیوں کے سردار اور رسولوں کے پیغمبر کے خیر مقدم کے ترانے گا رہی تھیں۔

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاع

وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاع

چودھویں رات کا چاند وداع کی گھاٹیوں سے ہم پر طلوع ہُوا۔ حق سُبحانہٗ کی طرف دعوت دینے والے کا شکریہ ہم پر واجب ہے (کہ اُن کی بارگاہِ نبوّت میں درود و سلام کا نذرانہ پیش کیا جائے)۔

جب رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم جاں نثاروں سمیت مسجد نبوی میں تشریف فرما ہوئے تو مجمع میں سے حضرت عباسؓ اُٹھے اور اُنھوں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا: یا رسول اللہؐ! مجھے اجازت بخشئے، مَیں جناب کی مدح و ثنا میں ایک نعت (شریف) پیش کرنا چاہتا ہوں۔ چونکہ حضور علیہ السلام کی توصیف و تعریف کرنا خود ایک مقبول اطاعت ہے، اس لئے حضرت عباسؓ کو بارگاہِ نبوّت سے ان دعائیہ کلماتِ طیّبات کے ساتھ اجازت مرحمت فرمائی گئی: قُلْ لَا يَفْضُضِ اللّٰهُ فَاكَ۔ اے چچا جان! کہو جو تو کہنا چاہتا ہے، اللہ تعالیٰ تیرے مُنہ کو (غلط بیانی اور بیہودہ گوئی) سے سالم رکھے۔

اجازت پا کر عشق و وارفتگی کے نشہ سے سرشار حضرت عباسؓ اُٹھے اور بارگاہِ نبوت میں ایک

زندگی بخش قصیدہ پیش کیا۔ مسجد نبوی کے بام و دَر سبحان اللہ اور جزاک اللہ کی آوازوں سے گونج اٹھے۔

ایک روح پرور شعر سے آپ بھی لطف اندوز ہوں۔ جیسے

محمدؐ قبلۂ جاں، روحِ ایماں   محمدؐ آفتابِ نورِ افشاں

نے قبولیت کے کانوں سے سنا اور پسندیدگی کی نظروں سے دیکھا

وَاَنْتَ لَمَّا وُلِدْتَ اَشْرَقَتِ الْاَ   رْضُ وَ ضَاءَتْ بِنُوْرِكَ الْاُفُقُ

فَنَحْنُ فِیْ ذٰلِكَ الضِّیَاءِ وَ فِی النُّوْرِ   سُبُلَ الرَّشَادِ نَخْتَرِقُ

یارسول اللہ! جس دن آپ پیدا ہوئے تمام زمین روشن ہوگئی اور آپ کے نور سے تمام آسمانی فضائیں پُرنور ہوگئیں اور ہم اُسی ضیاء اور اُسی نور میں ہدایت کے راستوں پر گامزن ہیں۔

نمبر ۲۷

نسیم الریاض $\frac{1}{۳۲۸}$، زرقانی $\frac{1}{۱۸۹}$ ابن عساکر

عرب میں خشک سالی ہوئی، فضلیں تباہ ہونے لگیں۔ اہلِ مکہ اپنے سردار ابو طالب کے پاس آئے کہ چلو رب کعبہ سے بارش طلب کریں۔ فَخَرَجَ اَبُوْطَالِبٍ معہ غُلَامٌ کَاَنَّہٗ شَمْسُ دَجَنٍ۔ آپ ابھی کم سن تھے، ابو طالب نے آپ کو کندھوں پر اُٹھا رکھا تھا۔ آپ اس قدر حسین و جمیل تھے جیسے بادل کا سورج۔ ابو طالب نے ساقی کوثر کی پشت کعبہ معظمہ سے لگائی اور آپ نے اُنگلی سے اشارہ کیا۔ آسمان پر بدلی کا نشان تک نہ تھا۔ دفعتہً آسمان پر ابر اُٹھا اور اس شدت کی بارش ہوئی کہ جل تھل ہوگیا۔ ابو طالب اس واقعہ سے بیحد متاثر ہوا۔ اور اُس کی نگاہیں زبان بن کر پکار اُٹھیں

وَاَبْیَضَ یُسْتَسْقَی الْغَمَامُ بِوَجْھِہٖ   ثِمَالُ الْیَتَامٰی عِصْمَةٌ لِّلْاَرَامِلِ

وہ نورانی مکھڑے والا جس کے روئے زیبا کے واسطہ سے ابر رحمت مانگا جاتا ہے، یتیموں کی جائے پناہ اور بیواؤں کا نگہبان

علامہ زرقانی کا تہ شمس دجن کی شرح میں لکھتے ہیں: فان الشمس یوم الغیم حین تنجلی سحابها الرقیق تکون مضیئة شرقة مقبولة للناس لیست بحرقة۔ شمس دجن بایں وجہ کہا کہ ابر کے دن رقیق بادل پھٹنے پر آفتاب جب چمکتا ہے اور اس میں حدت وسوزش نہ ہونے کی وجہ سے وہ لوگوں میں نہایت مرغوب ومحبوب ہوتا ہے۔

حضرت ملا علی قاری جمع الوسائل بشرح الشمائل میں ارقام فرماتے ہیں:

تشبیه بعض صفاته بنحو الشمس والقمر انما جری علی عادة الشعراء والعرب والا فلا شئ یعادل شیئا من اوصافه اذ هی اعلی واجل من کل مخلوق۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض صفات کو شمس وقمر سے تشبیہ دینا، شاعروں اور عربی ادیبوں کی عام عادت ہے ورنہ حضور علیہ السلام کی کسی بھی صفت سے کوئی شئے برابری نہیں کر سکتی کیونکہ آپ کی ہر صفت تمام مخلوق سے بلند وبالا اور افضل واکمل ہے۔

نمبر ۲۸

شمائل ترمذی ـ مشکوٰۃ شریف

عن ابن عباسؓ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَفْلَجَ الثَّنِیَّتَیْنِ اِذَا تَکَلَّمَ رُئِیَ کَالنُّوْرِ یَخْرُجُ مِنْ بَیْنِ ثَنَایَاہُ۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کے دو دندان مبارک میں کشادگی تھی، جب کلام فرماتے تو ان دو دندان مبارک کے خلا سے نور نکلتا نظر آتا تھا۔

نمبر ۲۹

استیعاب $\frac{1}{۳۷۴}$

ایک بار رئیس المفسرین ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی محفلِ پاک میں حضرت عامرؓ بن واثلہ تابعی نے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ قدوسیت کے متعلق ایک قصیدہ پڑھا جس کا ایک دل آویز اور مسرت افزا شعر یہ تھا:

اَنَّ النَّبِی ھُوَ النُّوْرُ الَّذِی کُشِطَتْ ۔۔۔ بِہٖ عَمَایَاتُ مَاضِیْنَا وَ بَاقِیْنَا

بیشک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک ایسے نور ہیں، جس کے سبب اگلے اور پچھلے سب اندھیرے دُور ہوگئے۔

اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نور نہ ہوتے یا آپ کو نور کہنا شرعاً درست نہ ہوتا تو حضرت فقیہ اعظم ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس ان کو ضرور منع کر دیتے۔ اس سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کا عقیدہ بھی یہی تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نور تھے اور آپ کو بیانگِ دُہل نور کہنا چاہیئے۔

نمبر ۳۰

مشکوٰۃ ص۵۴۷، ابن ماجہ ص۱۲۹، طبقات ابن سعد $\frac{1}{۲۲۱}$

عن انسؓ قَالَ لَمَّا کَانَ الْیَوْمَ الَّذِیْ دَخَلَ فِیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَضَاءَ مِنْھَا کُلُّ شَیْءٍ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ جس دن آفتابِ رسالت مدینہ طیبہ میں طلوع ہوا۔ تو مدینہ طیبہ کی ہر چیز روشن ہوگئی۔

حضرت ملا علی قاری اس کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ای تنوّر جمیع اجزاء المدینۃ نوراً حسیاً ان کل شیئٍ فی العالم کانہ اقتبس النّور من المدینۃ فی ذالک الیوم (شرح الشمائل ۲/۲۰۹)

مدینہ منوّرہ کے تمام حصّے حقیقتاً روشن ہوگئے اور یہ نور حسی طور پر محسوس ہوا اور اس دن کائنات کا ذرہ ذرہ مدینہ طیبہ کے انوار تجلّیات سے مالا مال ہوگیا۔

امام مناوی نے اس حدیث کی وضاحت یوں فرمائی ہے:

ان المراد بہ ان کل جزءٍ من اجزاء المدینۃ اضاء ذالک الیوم حقیقۃ وکیف لا یضیٔ لہ ذالک وقد کانت ذاتہ صلی اللہ علیہ وسلم کلھا نوراً وسماہ اللہ نوراً وکان کل شیئٍ فی العالم اقتبس النّور واخذہ من المدینۃ فی ذالک الیوم (شرح شمائل ۲/۲۰۹)

حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ مدینہ منورہ کا ہر جزو (حصّہ) اس دن حقیقی طور پر نورانی ہوگیا۔ ایسا کیوں نہ ہوتا جبکہ نبی کریم نور مجسّم صلی اللہ علیہ وسلّم کی ذات والا صفات سراسر پیکر نور تھی۔ خداوند عالم نے آپ کا اسم گرامی نور رکھا۔ عالم رنگ و بو کی ہر چیز نے اپنی اپنی حیثیت اور استعداد کے مطابق اس دن مدینہ منورہ کے نور سے حصّہ پایا۔

نمبر ۳۱
شمائل ترمذی

سیّدنا امام حسن علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میرے ماموں جناب ہند بن ابی ہالہؓ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی نعت اور اوصاف شریفہ بیان کرتے میں ایک خاص مقام رکھتے تھے۔ ایک بار میں نے اُن سے عرض کیا، ماموں جان! نانا پاک سیّد لولاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حلیہ مقدسہ بیان فرمایئے

تاکہ اس سے لطف اندوز ہوسکوں۔ فَقَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم فخما مفخمًا یتلألؤ
وَجھہ تلألؤ القمر لیلۃ البدر۔ تو انھوں نے فرمایا کہ حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم عظیم
شان والے اور بلند مرتبہ والے تھے۔ آپ کا چہرۂ انور ایسا روشن اور تاباں تھا جیسے چودھویں رات کا
چاند چمکتا اور روشنی دیتا ہے۔

ومعنی یتلألؤ یضیئ ویشرق کاللؤلؤ قولہ تلألؤ القمر
لیلۃ البدر ای مثل تلألؤ القمر لیلۃ البدر

یتلألؤ کے معنی روشن ہونے اور چمکنے کے ہیں، جیسے موتی چمکتا ہے
اور تلألؤ القمر لیلۃ البدر کے معنی یہ ہیں کہ سرورِ کائنات
علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کا چہرۂ انور اس طرح چمکتا ہے، جیسے چودھویں
رات کا چاند چمکتا ہے۔ (شرح شمائل محمدیہ ص۲۳)

نمبر ۳۲

مواہب اللدنیہ ۱/۲۷۳ رواہ البزار والبیھقی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرورِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے تبسم کی کیفیت ان
روشن الفاظ میں بیان کرتے ہیں: وَاِذَا ضَحِکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ یتلألؤ فی الجدر
حبیب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تبسم فرماتے تو حضور کا نور دیواروں پر چمکتا تھا۔
امام قسطلانی شارح صحیح بخاری، حدیث کے معنی بیان فرماتے ہیں: ای یضیئ فی الجدر بفتح الجیم

والدول جمع جدار وهو الحائط ای لیشرق نورہ علیہا اشراقا کاشراق الشمس علیہا
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نور دیواروں پر ایسا چمکتا اور روشن ہوتا تھا جیسے سورج کی روشنی دیواروں پر پڑتی ہے اور چمکتی ہوئی نظر آتی ہے۔

ملا علی قاری شرح شمائل ۲/۱۵ میں لکھتے ہیں: اِنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا ضَحِکَ یتلالأ فی الجدر ای یبرق نورہٗ عَلَیْہِ اشراقا کاشراق الشمس علیہا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جب مسکراتے تو دیواریں چمک جاتیں، جیسا کہ سورج کی روشنی سے دیواریں روشن اور چمکدار ہو جاتی ہیں۔

نمبر ۳۳

نسیم الریاض ۳/۱۴۶

حضرت قیسؓ بن زیدؓ جذام کی مہلک بیماری میں مبتلا تھے۔ دافع البلا والوباء نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار فیض بار میں حاضر ہو کر طالب دعا ہوئے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے سر پر دست شفقت پھیرا اور دعائے صحت فرمائی۔ زبان نبوت کے دعائیہ کلمات حضرت قیس کے لئے جام صحت ثابت ہوئے۔ آناً فاناً جذام دُور ہو گیا اور چہرہ روشن ہو گیا اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے صحت یاب ہو گئے۔

دُعائے نبیؐ میں یہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

آپ سو سال تک زندہ رہے۔ سر اور ڈاڑھی کے تمام بال سفید ہو گئے، مگر جہاں حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دست ہمایونی پھیرا تھا، وہ بال سیاہ، چمکیلے عالم شباب کی طرح خوبصورت ہی رہے

زندگی کی اتنی منزلیں طے کرنے کے باوجود اُن کی جوانی برقرار رہی۔ ولم یشب برکتہ علیہ السلام وکان یدعی الاغر لمانی وجھہ من النور۔ منبع الجود والکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے بوڑھے نہ ہوئے اور لوگوں میں اُن کا نام اغر (نورانی چہرے والا) پڑ گیا تھا۔ کیونکہ دستِ نبوت نے اُن کے چہرہ کو پُر نور بنا دیا تھا۔

نمبر ۳۴

کتاب الشفا ۲/۱۲۶

حضرت قتادہؓ بن ملحان بارگاہ رسالتمآبؐ میں حاضر ہوئے۔ سراجاً منیرا کی شان اقدس والے رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے چہرہ پر اپنا ہاتھ مبارک پھیرا، یکایک اُن کی دنیا بدل گئی اور اُن کا چہرہ شفاف آئینہ کی طرح ہو گیا۔

فکان لوجھہ بریق حتی کان ینظر وجھہ کما ینظر فی المراۃ

اُن کا چہرہ ایسا نورانی ہو گیا کہ آئینہ کی مانند اُن کے چہرہ میں دوسری چیزیں دیکھی جاتی تھیں حضرت ابو العلاء اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک بار اُن کی عیادت کے لئے حاضر ہوا۔ ایک شخص مکان کے پیچھے سے گذرا فرایتہ فی وجھہ۔ تو میں نے اُس گزرنے والے کو حضرت قتادہ کے چہرہ میں آئینہ کی مثل دیکھا۔ (حجۃ اللہ العالمین علامہ یوسف نبہانی ص ۴۳۷)

نمبر ۳۵

مواہب اللدنیہ ۱/۱۴۳

قبیلہ بنی سعد کی عورتوں کی ایک جماعت مکہ مکرمہ میں داخل ہوئی۔ جن میں حضرت حلیمہؓ بھی شامل

تھیں، جب وہ آفتاب رسالت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لینے کے لئے حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کاشانۂ اقدس میں حاضر ہوئیں تو انھوں نے وہاں جو جنت نگاہ نظارا دیکھا تھا اُس کو انہی کے الفاظ میں سُنیئے:

فاشفقت ان اوقظه من نومه لحسنه وجماله فدنوت منه رويدا فوضعت يدى على صدره فتبسم ضاحكا وفتح عينيه لينظر الى فخرج من عينيه نور حتى دخل خلال السماء۔

میں نے دیکھا کہ حضورؐ آرام فرما ہیں۔ آپ کے بے پناہ حسن و جمال کو دیکھ کر میں حیرت زدہ ہو کر رک گئی اور حضورؐ کو نیند سے بیدار کرنا مناسب نہ سمجھا۔ پھر میں آہستگی سے حضورؐ کے قریب آئی اور حضورؐ کے سینہ مبارک پر اپنا ہاتھ رکھا۔ پس آپ مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے اور اپنی محبت آفرین نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگے اور میں نے اپنی زندگی میں پہلی بار یہ حیرت افزا منظر دیکھا کہ آپ کی حسین و جمیل نگاہوں سے نُور نکل کر آسمانی فضاؤں میں داخل ہو رہا تھا۔

نمبر ۳۶

استیعاب $\frac{۱}{۱۵۶}$

حضرت عبداللہ بن زبعری صحابی حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و ثنا کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَعَلَيْكَ من سمة المليك علامة　　　نور اغر و خاتم مختوم

یارسول اللہ! خداوند بلند و بالا نے آپ کو نبوت کی جو نشانیاں عطا فرمائی ہیں اُن میں سے دو یہ ہیں

ایک چمکتا نور (نورانی چہرہ) اور دوسری مہرِ نبوت۔

نمبر ۳۷

شرحِ شفا ملا علی قاریؒ ۳۴۸/۱

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک بار حضرت سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے فرمایا کہ حضرت روح الامین حاضر ہوئے اور انھوں نے مجھے یہ بشارتِ عظمیٰ سنائی:

فقال یا محمد ان اللہ تعالیٰ یقول کسوت حسن یوسف من نور الکرسی وکسوت نور وجھك من نور عرشی۔ یارسول اللہ! رب العزت فرماتا ہے کہ میں نے یوسفؑ کے شہرہ آفاق حسن کو نورِ کرسی سے ضیا بخشی اور آپ کے حقیقی حسن و جمال کو اپنے عرشِ عظیم کی تجلیوں سے تابندگی و درخشندگی بخشی ہے۔

نمبر ۳۸

مشکوٰۃ شریف، شرح مرقات ۵۱۶

خادمِ دربارِ رسالت حضرت انسؓ حبیبِ خدا، احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا کے خدوخال کا نقشہ یوں بیان فرماتے ہیں:

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَزْھَرُ اللَّوْنِ ای اَبْیَض نیّرا کَانَّ عَرَقَہ اللُّؤلُؤ۔ رسولِ خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام ازہر اللون یعنی روشن آفتاب تھے اور پسینہ مبارک کے قطرے چمکدار موتی تھے۔

امام سہیلیؒ حدیث ہٰذا کی شرح میں فرماتے ہیں: الزھرۃ فی اللغۃ اشراق فی اللون وان الزھر

اسم الابیض من النور۔ (مناوی شرح شمائل ۱/۳۹)

زُہرہ لغت میں چمکیلے رنگ کو کہتے ہیں مشتاق ازہر (اسم تفضیل) کے معنی بہت نورانی اور نہایت روشنی کرنے والا کے ہیں۔

نمبر ۳۹

کتاب الشفا ۲/۴۴

جامع بن شداد بیان کرتے ہیں کہ وفد طارق جب مدینہ منورہ آیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ نے فرمایا تمہارے پاس فروخت کی کوئی چیز ہو تو دکھاؤ۔ اُنھوں نے کہا کہ ہمارے پاس یہ سُرخ اُونٹ ہے جس کو ہم فروخت کرنا چاہتے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے اُن سے وہ اونٹ کھجوروں کی ایک مقرر مقدار کے عوض خرید لیا اور اونٹ لے کر روانہ ہو گئے۔ آپ کے تشریف لے جانے کے بعد قافلے والے سخت پریشان اور نادم ہوئے کہ یہ ہم نے کیا کیا۔ جس شخص کے ہاتھ ہم نے اونٹ فروخت کیا ہے ہمارا اُس سے کوئی تعارف نہیں۔ ہم اُس کے نام تک سے واقف نہیں۔ اس تجارت میں ہم نے سخت نقصان پایا۔ ہمارے ہمراہ ایک شتر سوار تجربہ کار اور زیرک عورت بھی تھی۔ جب اُس نے ہمیں اس قدر سراسیمہ اور مضطرب دیکھا تو اس نے کہا:

"انا ضامنة لثمن البعير رأيت وجه رجل مثل القمر ليلة البدر لا يخيس بكم"

اے قافلہ والو! تم بے فکر ہو جاؤ تمہارے اونٹ کی قیمت کی میں ضامن ہوں۔ میں نے اس آدمی کا چہرا چودھویں رات کے چاند کی مثل دیکھا ہے۔ ایسا نورانی چہرے والا آدمی تمھیں نقصان نہ دے گا۔

قافلہ والوں نے رات آنکھوں میں کاٹی۔ سپیدۂ سحر مژدۂ جاں فزا لے کر طلوع ہوا۔ ایک شخص کہہ رہا تھا کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلّم کا قاصد ہوں۔ یہ لو کھجوریں پہلے ان کو تناول فرماؤ یہ تمھاری مہمانی ہے، پھر اپنے اُونٹ کی کھجوریں تول لو۔

نمبر ۴۰

استیعاب ۲/۴۴۶

حضرت عمرو بن سالم صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دربار رسالت میں ایک نعتیہ قصیدہ پیش کیا جس کا ایک شعر یہ بھی تھا ؎

فیھم رسول اللہ قد تجرّوا ۔۔۔ ابیض مثل البدر ینمو ععدا

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی چنی ہوئی جماعت میں اللہ تعالیٰ کا محبوب تشریف فرما ہے۔ چودھویں رات کے چاند کی مانند جن کا نورانی چہرہ چمکتا ہے اور ہر آن جن کا نور ترقی پذیر ہے۔
قرآن عزیز کی ان آیات بیّنات اور رسالتمآب کی ان احادیث طیّبات کے علاوہ بھی کتب احادیث و سیر[1] میں اتنی کثرت سے روایات موجود ہیں جن کے بیان کے لئے یہ مختصر اوراق قطعاً ناکافی ہیں۔ آج کی صحبت میں انہی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ تفصیل کے لئے کسی دوسری محفل کا انتظار کیا جائے

وسعتِ دل ہے بہت وسعتِ صحرا کم ہے
اِس لئے مجھ کو تڑپنے کی تمنّا کم ہے

الحمد للہ علیٰ احسانہٖ۔ قرآن و حدیث کی ان ٹھوس شہادتوں سے آفتاب نصف النّہار کی طرح باعثِ ایجاد عالم، رسول اکرم نورِ مجسّم علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی حسّی عینی اور جسمانی

[1] جمع سیرت

نورانیّت کا مسئلہ پوری وضاحت کے ساتھ ثابت ہو گیا ہے۔ ان براہین قاطعہ اور دلائل ساطعہ کے بعد بھی اگر کوئی شخص حضور انور صلی اللہ علیہ وسلّم کو نورِ حقیقی و حسّی تسلیم نہیں کرتا، تو اس کو یقین کر لینا چاہیئے کہ وہ خود نورِ ایمان کی دولت سے بے بہرہ ہے ؎

از خدا خواہیم توفیق ادب　　　بے ادب محروم گشت از فضلِ رب

دُعا ہے :- ؎

ہمیں بھی اے خدا اسرار کا عرفان مل جائے
ترے محبوبؐ کی اُلفت ملے، ایمان مل جائے

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ وَنُوْرِ عَرْشِهٖ سَيِّدِنَا وَحَبِيْبِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحَابِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا

سراجِ منیر صلی اللہ علیہ وسلم اَور سایہ

جب قرآن و حدیث کے ان ٹھوس اور روشن دلائل سے رحمتِ عالم نُورِ مجسّم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی ذاتِ مقدّسہ کا سراپا نُور ہونا ثابت ہوگیا تو لامحالہ جسم اطیب و اطہر کا سایہ نہ ہونا بھی لازمی طور پر ثابت ہوا۔ ضابطہ یہی ہے اذا ثبت الشئی ثبت بجمیع لوازمہ لہٰذا نُورانیت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلّم بھی اپنے لازم کے ساتھ ثابت ہوگی۔ سایہ نہ ہونا نورانیت کا لازم ہے۔ کیونکہ نُور کے سوا تمام اجسام کا سایہ ہوتا ہے۔

اہل سنّت والجماعت کا مسلک یہ ہے کہ رَبُّ السّمٰوٰتِ وَالْاَرْض نے اپنے حبیب لبیب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو اپنے ذاتی نُور سے پیدا فرما کر بے مثل بشری لباس میں انسانوں کی دستگیری و رہنمائی کے لئے مبعوث فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کا جسم پاک ایسا نُورانی، لطیف اور پاکیزہ بنایا کہ قطعاً اس میں مادّی کثافت، جسمی کدورت اور عنصری ظلمت کا شائبہ تک باقی نہ رہا۔ اس لئے جب حضور پُر نُور صلی اللہ علیہ وسلّم چاند، سورج اور چراغ کی روشنی میں تشریف فرما ہوتے تو جسم اقدس و اطیب اُس روشنی کو مانع ثابت نہ ہوتا اور دیگر اجسام کثیفہ کی طرح سرورِ عالم نُورِ مجسّم صلی اللہ علیہ وسلّم کے نُورانی و لطیف جسم کا کوئی تاریک سایہ زمین پر نہ پڑتا اور آپ کا نُورانی جسم کسی روشن چیز کی روشنی کے لئے حائل نہ ہوتا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے جسم پاک کا سایہ نہ ہونا ہر زمانہ میں ملّت اسلامیہ کا بنیادی مسئلہ رہا ہے۔ چنانچہ دیوبندی مکتبۂ فکر کے اکابرین میں سے مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی امداد السلوک میں لکھتے ہیں:

"بتواتر ثابت شد کہ آں حضرتِ عالی صلی اللہ علیہ وسلّم سایہ نداشتند و ظاہر است کہ بجز نُور ہمہ اجسام ظل می دارند۔"

تواتر سے ثابت ہوا کہ حضور پُر نُور صلی اللہ علیہ وسلّم سایہ نہ رکھتے تھے اور ظاہر ہے کہ نُور کے سوا تمام اجسام سایہ رکھتے ہیں۔

لیجیئے! رحمتِ عالم نورِ مجسّم صلی اللہ علیہ وسلّم کے جسم اقدس کے سایہ نہ ہونے پر ملّتِ بیضا کے اجلہ محققین اور محدّثین کے زرّیں ارشادات پیش کیے جاتے ہیں۔ جو انشاء اللہ العزیز با ذوق و باایمان احباب کے انشراحِ قلب اور نظر و فکر کی تسکین کے لیے مفید ثابت ہوں گے۔

امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ:

مسجد نبوی کا قدسی ماحول ہے۔ صحابہ کرام کا مقدّس مجمع ہے، جو مہبطِ وحی والہام صلی اللہ علیہ وسلّم کے ارشاداتِ گراں مایہ سے قلب و نظر کی جھولیاں بھر رہے ہیں۔ مجمع میں سے تڑپ کر حضرت عثمان غنیؓ اُٹھے اور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلّم کو مخاطب کرتے ہوئے عرض پرداز ہوئے:

اِنَّ اللّٰہَ مَا اَوْقَعَ ظِلَّکَ عَلَی الْاَرْضِ لِئَلَّا یَقَعَ اِنْسَانٌ قَدَمَہٗ عَلٰی ذٰلِکَ

اے آفتابِ نبوّت ورسالت! خداوند عالم کے ہاں آپ کا یہ عالی مقام ہے کہ اُس نے

آپ کا سایہ زمین پر نہ پڑنے دیا، تاکہ کوئی شخص اس کو اپنے پاؤں سے پامال نہ کر دے۔

(تفسیر مدارک ۲/۱۰۳)

نیز شیخ محقق دہلوی نے ایک روایت یوں بیان کی ہے: "عثمان غنی رضؓ گفت کہ سایہ شریف تو بر زمین نمی افتد کہ مبادا بر زمین نجس افتد۔" (مدارج النبوۃ ۲/۱۶۱)

حضرت عثمانؓ نے فرمایا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کے جسم مبارک کا سایہ اللہ تعالےٰ نے زمین پر نہ پڑنے دیا کہ ایسا نہ ہو کہیں ناپاک زمین پر جا پڑے۔

۴۔ رئیس المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ:

روی ابن المبارک وابن الجوزی عن ابن عباس قَالَ لَمْ یَکُنْ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ظِلٌّ وَلَمْ یَقُمْ مَعَ شَمْسٍ اِلَّا غَلَبَ ضَوْءُہٗ ضَوْءَہَا وَلَا مَعَ سِرَاجٍ اِلَّا غَلَبَ ضَوْءُ ضَوْءِہٖ وَقَدْ نَطَقَ الْقُرْاٰنُ بِاَنَّہُ النُّوْرُ الْمُبِیْنُ فَاِنْ فَہِمْتَ فَہُوَ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ۔

(کتاب الوفا لابن جوزی۔ نسیم الریاض ۳/۲۸۲)

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا۔ آپ سورج کے روبرو کھڑے ہوتے تو آپ کا نور سورج کے نور پر غالب آجاتا اور جب کبھی چراغ کے سامنے تشریف لاتے تو آپ کا نور چراغ کی روشنی پر غالب آجاتا اور قرآن عزیز میں آپ کو نور مبین کہا گیا۔ اے سعادت مند انسان تو جان لے کہ آپ نہ صرف نور بلکہ نُورٌ علیٰ نُور تھے۔

امام المحدثین قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ:

وَمِنْ دَلَائِلِ نُبُوَّتِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا ذَکَرَہٗ ابْنُ سَبُعٍ مِنْ اَنَّہٗ، لَا ظِلَّ لِشَخْصِہٖ

فِی شَمْسٍ وَلَا قَمَرٍ لِاَنَّہٗ کَانَ نُوْرًا۔

محدّث ابن سبع نے دلائل نبوّت میں سے ایک قوی دلیل یہ بھی ذکر کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے وجود اقدس کا سایہ نہ تھا۔ نہ سورج کی روشنی میں نہ چاند کی چاندنی میں، کیونکہ آپ سراپا نور تھے۔ (کتاب الشفا ۲/۲۸۲)

۴۔امام احمد قسطلانی شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ:

وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ظِلٌّ فِیْ شَمْسٍ وَلَا قَمَرٍ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے جسم اقدس کا سایہ نہ تھا۔ نہ سورج کی روشنی میں نہ چاند کی چاندنی میں۔ (مواہب اللدنیہ ۱/۲۸۰)

۵۔خاتم المحدّثین علّامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ:

وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ظِلٌّ فِیْ شَمْسٍ وَلَا قَمَرٍ لِاَنَّہٗ کَانَ نُوْرًا

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے سایہ نہ تھا نہ سورج کی روشنی میں اور نہ چاند کی چاندنی میں، کیونکہ حضور نُور تھے۔ (زرقانی ۴/۲۲۵)

۶۔امام تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ:

لَقَدْ نَزَّہَ الرَّحْمٰنُ ظِلَّکَ اَنْ یُرٰی۔ عَلَی الْاَرْضِ مُلْقٰی فَانْطَوٰی لِمَزِیَّۃٍ

یا رسول اللہ! اللہ الرحمٰن نے آپ کے سایۂ اقدس کو اس بات سے منزہ رکھا کہ وہ زمین پر پڑے اور روندا جائے، اس لئے اسے تعظیماً و احتراماً لپیٹ لیا گیا۔

(سیرت حلبیہ ۲/۹۴)

۷۔ جلیل القدر محدّث ابن سبع رحمۃ اللہ علیہ :

كَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُوْرًا فَكَانَ إِذَا مَشٰى فِي الشَّمْسِ اوِ الْقَمَرِ لَا يُظْهَرُ لَهٗ ظِلٌّ

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نُور تھے۔ اس لئے جب سورج اور چاند کے روبرو تشریف لاتے تو آپ کا سایہ ظاہر نہ ہوتا تھا۔ (شفاء الصدور)

۸۔ مُلّا علی قاری محدّث حنفی رحمۃ اللہ علیہ :

عَنْ اِبْنِ عَبَّاس رض لَمْ يَكُنْ لَهٗ ظِلٌّ

حضرت ابن عباس رض سے مروی ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلّم کے جسم لطیف ونظیف کا سایہ نہ تھا۔ (جمع الرسائل لشرح الشمائل ۱/۱۷۶)

۹۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ :

اخرج الحكيم الترمذى عن ذكوان انّ لرسُول اللّٰهُ صَلَّى عَلَيْهِ وَسلّم لمْ يَكُنْ يرى له ظِلٌّ فِي شمس ولا قمر قَالَ اِبْن سبع من خصائصه صلى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمْ ان ظِلّهٗ كان يقع على الارض فانّه كان نُوْرًا فَكَان اذا مشى فى الشَّمْس او الْقَمَر لا ينظر لَهٗ ظِلٌّ قَالَ بَعْضُهُمْ وَيشهد له حديث قوله صلى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ فى دُعائه وَاجْعَلْنِىْ نُوْرًا۔

حکیم ترمذی نے حضرت ذکوان سے روایت کی ہے کہ سورج اور چاند کی روشنی میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کے جسم اقدس کا سایہ نہ دیکھا جاتا تھا۔ محدّثِ اجل ابن سبع نے فرمایا کہ رسول خدا

صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے یہ بات ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سراپا نور تھے۔ اس لئے جب محبوب دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سورج یا چاند کی روشنی میں چلتے تو حضور کا سایہ نظر نہ آتا تھا۔

بعض علمائے کرام نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ نہ ہونے کی شہادت حضور کی یہ حدیث بھی دیتی ہے، جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا وارد ہے "وَاجْعَلْنِی نُوْرًا" یا اللہ مجھے نور ہی نور کر دے۔

یہ جملہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ نہ ہونے پر اس لئے شہادت دیتا ہے کہ نور کا سایہ نہیں ہوتا۔

امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ:

اَنَّہٗ کَانَ اِذَا مَشٰی فِی الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ لَا یُظْہَرُ لَہٗ ظِلٌّ لِاَنَّہٗ لَا یُظْہَرُ اِلَّا لِلْکَثِیْفِ وَھُوَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ خَلَصَہُ اللّٰہُ مِنْ سَائِرِ الْکَثَافَاتِ الْجِسْمَانِیَّۃِ وَصَیَّرَہٗ نُوْرًا صِرْفًا لَا یُظْہَرُ لَہٗ ظِلٌّ اَصْلًا

حضور جب سورج یا چاند کی روشنی میں چلتے تھے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سایہ ظاہر نہ ہوتا تھا۔ کیونکہ سایہ صرف جسم کثیف کا ظاہر ہوتا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے تمام جسمانی کثافتوں اور مادی کدورتوں سے خالص کر کے ایسا نور خالص بنا دیا تھا جس کا اصلاً سایہ ظاہر نہ ہوتا تھا۔

(افضل القریٰ)

۱۔ شیخ الاسلام امام مناوی رحمۃ اللہ علیہ:

معتبر ذرائع سے ثابت ہے کہ سرور عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس کا سایہ نہ سورج میں نظر آتا تھا اور نہ چاند میں۔ (شرح شمائل ۱/۴۷)

۱۔ علامہ شہاب خفاجی محدث مالکی رحمۃ اللہ علیہ:

وَمِنْ دَلَائِلِ نُبُوَّتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ الذُّبَابَ كَانَ لَا يَقَعُ عَلٰى جَسَدِهٖ وَلَا ثِيَابِهٖ لِاَنَّ ذَاتَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُوْرٌ وَكَذَا اوردانه لَمْ يَكُنْ لَهٗ ظِلٌّ

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دلائل نبوت میں سے ایک عظیم دلیل یہ بھی ہے کہ مکھی حضور کے جسم پاک اور کپڑوں پر نہ بیٹھتی تھی (کیونکہ مکھی نجاست پر بیٹھتی ہے) چونکہ آپ کی ذات جامع صفات نور تھی۔ اس لئے حدیث میں آتا ہے کہ حضور کے جسم اقدس کا سایہ نہ تھا۔

(ہکذا وردفی تفسیر المدارک، نسیم الریاض ۳/۲۸۱)

۱۔ حافظ حدیث علی بن برہان الدین حلبی رحمۃ اللہ علیہ:

لان ظل شخصه الشريف كان لا يظهر فی شمس ولا قمر لئلا يوطأ بالاقدام

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود پاک کا سایہ نہ سورج میں ظاہر ہوتا تھا نہ چاند کی روشنی میں تاکہ اس سایۂ مبارک پر کسی کا قدم نہ پڑ جائے۔ (سیرت حلبیہ ۲/۴۲)

وَاَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَشٰى فِى الشَّمْسِ اَوْ فِى الْقَمَرِ لَا يَكُوْنُ لَهٗ ظِلٌّ لِاَنَّهٗ كَانَ نُوْرًا۔

بیشک حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب سورج یا چاند کی روشنی میں چلتے تھے تو حضور کا

سایہ نہ ہوتا تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور نور تھے اور ظاہر ہے کہ نور کا سایہ نہیں ہوتا۔
(سیرت حلبیہ ۲/۴۲۲)

۱۴۔امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ:
وَرُوِیَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا مَشٰی لَمْ یَکُنْ لَّہٗ ظِلٌّ
مروی ہے کہ جب حضور چلتے تو حضور کا سایہ نہ ہوتا تھا۔ (مفردات ص ۳۱۷)

۱۵۔علامہ حسین بن دیار بکری رحمۃ اللہ علیہ:
لَمْ یَقَعْ ظِلُّہٗ عَلَی الْاَرْضِ وَلَا رُؤِیَ لَہٗ فِیْ شَمْسٍ وَلَا قَمَرٍ
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا اور نہ ہی سورج اور چاند کی روشنی میں کسی نے آپ کا سایہ دیکھا ہے۔ (کتاب الخمیس النوع الرابع)

۱۶۔علامہ سلیمان جمل رحمۃ اللہ علیہ:
لَمْ یَکُنْ لَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ظِلٌّ فِیْ شَمْسٍ وَلَا قَمَرٍ۔
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ ہوتا تھا نہ سورج کی روشنی میں اور نہ چاند کی روشنی میں۔
(فتوحات احمدیہ شرح ہمزیہ)

۱۷۔امام زرین محدث رحمۃ اللہ علیہ:
قَالَ زَرِیْن رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ لِغَلَبَۃِ اَنْوَارِہٖ قِیْلَ وَحِکْمَۃُ ذٰلِکَ صِیَانَتُہٗ عَنْ اَنْ یَّطَاءَ کَافِرٌ عَلٰی ظِلِّہٖ
علامہ زرین (جو حدیث کے اماموں میں سے ہیں) نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم پاک کا

سایہ نہ ہونا غلبۂ انوار کی وجہ سے ہے۔ بعض علماء کرام نے کہا ہے کہ اس کی حکمت حضور کی عزت و حفاظت ہے، تاکہ کسی کافر کا پاؤں حضورؐ کے سایہ پر نہ پڑے۔ (زرقانی ۴/۲۲۵)

۸۔ شیخ المشائخ قیوم عالم شہباز عرفانی حضرت شاہ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ:

"ناچار اُو را (صلی اللہ علیہ وسلم) سایہ نبود و نیز در عالم شہادت، سایۂ ہر شخص از شخص لطیف تر است چوں لطیف تر از روئے صلی اللہ علیہ وسلم در عالم نباشد او را سایہ چہ صورت دارد؟"

لامحالہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا۔ نیز عالم شہادت میں ہر شخص کا سایہ اس سے لطیف تر ہوتا ہے، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لطیف تر عالم میں کوئی چیز نہیں ہے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سایہ کیوں کر ہو سکتا ہے؟ (مکتوبات جلد ۳ صفحہ ۱۰۰)

مکتوبات کی اسی جلد سوم میں مکتوب صد و بست و دوم کے آخر میں فرماتے ہیں:

"ہرگاہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم را از لطافت ظل نبود خدائے محمدؐ راچگونہ ظل باشد۔"

جب کمال لطافت کی وجہ سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا تو رب محمدؐ کا سایہ کیونکر ہو سکتا ہے؟

۹۔ شیخ محقق شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ:

"نمی افتاد حضرت را سایہ بر زمین کہ محل کثافت و نجاست است و دیدہ نشد او را سایہ در آفتاب چوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عین نور باشد نور را سایہ نمے باشد۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا۔ کیونکہ زمین کے کچھ حصے گندے اور

خلیظ بھی ہیں اور سورج کی روشنی میں آپ کا سایہ نظر نہ آتا تھا۔ چونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سراپا نور تھے اور ظاہر بات ہے کہ نور کے لئے سایہ نہیں ہوتا۔ (مدارج النبوۃ ۱/۱۲۶)

۲۱عارف کامل شیخ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ:

چوں فناش از فقر پیرایہ شود
او محمدؐ وار بے سایہ شود (دفتر پنجم)

۲۲مولانا بحر العلوم لکھنوی شارح مثنوی معنوی رحمۃ اللہ علیہ:

در مصرع ثانی اشارہ بمعجزۂ آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم است کہ آں سرور را سایہ نمی افتاد (شرح بحر العلوم)

مصرع ثانی میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ کی طرف اشارہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ پڑتا تھا۔

۲۳شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ:

"از خصوصیاتیکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم را در بدن مبارکش دادہ بودند آں بود کہ سایۂ ایشاں بر زمین نے افتاد" (تفسیر عزیزی پارہ عم ص۲۱۲)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک کی خاصیتوں میں سے ایک ممتاز خصوصیت یہ بھی تھی کہ زمین پر آپ کا سایہ نہ پڑتا تھا۔

۲۴علامہ ملا عبد الرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ:

پیغمبرما نداشت سایہ تا شک بدل یقین نیفتد

۲۴۔ شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ:

اُمّی و دقیقہ دانِ عالم
بے سایہ و سائبان عالم

۲۵۔ امام اہلسنت اعلیٰحضرت مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ:

تُو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نُور کا
سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نُور کا

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ
کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ
صَلُّوْا عَلَیْہِ وَآلِہٖ

دعوتِ فکر

قارئین کرام!

ملتِ اسلامیہ کے ممتاز اور برگزیدہ شخصیتوں کے نذریں ارشاداتِ عالیہ پیشِ خدمت ہیں، جن کو ہر زمانہ میں ملتِ بیضا کے ہر طبقہ میں علی الدوام قبولیتِ عامہ اور شہرتِ تامہ کا مقام حاصل رہا اور ہمیشہ انسانیت کی ہر بینا آنکھ اور حساس دل میں اُن کے لئے ادب و احترام کے بے پایاں جذبات موجزن رہے۔

اسلام کے ان جلیل القدر اور ذی شان فاضلوں اور عالموں کے واضح بیانات سے روزِ روشن کی طرح ثابت ہو گیا کہ فخرِ دو عالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سراپا نور اور آپ کو نور کہنا اور سمجھنا عین ایمان ہے اور آپ کا جسم پاک ایسا نورانی اور لطیف کہ اس کا تاریک سایہ نہ سورج کے روشن چراغ میں نظر آتا اور نہ چاند کی خوش نما قندیل میں دکھائی دیتا۔

اربابِ دانش و فکر کے لئے یہ انتہائی مقامِ غور ہے کہ اگر تاجدارِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم حقیقۃً نور نہ تھے اور آپ جسمانی سایہ بھی رکھتے تھے تو کیا ملتِ اسلامیہ کے محققین، مفسرین اور محدثین کی یہ عظیم جماعت اسلام کے حقیقی سرچشموں سے اس قدر ناواقف تھی کہ معاذ اللہ قرآن و حدیث کے خلاف ایک غلط اور بے سروپا صفت کو سرورِ کائنات تاجدارِ ختمِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنے کی انتہائی جرأت کا اقدام کیا۔

کیا منکرینِ شانِ نورانیت و مدعیانِ سایۂ جسمانی کے نزدیک اجلۂ فضلائے امت و اکابرینِ اسلام قرآن و حدیث کے حقائق و معارف سے ایسے ہی بے خبر اور بے بہرہ تھے اور ایک خلافِ واقعہ صفت کو سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دلائلِ نبوت میں سے شمار کرتے رہے اور انھیں اس خلافِ واقعہ امر کو

احساس تک نہ ہوا؟

کیا اُن کے گوشِ حق نیوش تک جنابِ رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ العامی آواز نہ پہنچی تھی؟

مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ ؕ

حقیقت یہ ہے کہ اسلام کے ان بلند پایہ محدثین اور عظیم المرتبت محققین و مفسرین کا ہی مسلک صحیح ہے اور مین اسلام ہے الحمدللہ انھوں نے اپنی کتابوں میں (جو تاریخ و سیر کی جان سمجھی جاتی ہیں) قرآن و حدیث کی صحیح ترجمانی کا کما حقہٗ حق ادا کر دیا ہے۔

منکرین شانِ نورانیت فرزندانِ اسلام کو انتشارِ فکر میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں اور انھیں اسلام کے حقیقی سرچشموں اور اُس کے اصلی ماخذوں اور مستند بزرگوں پر اعتماد کو متزلزل کرنا چاہتے ہیں، تاکہ اپنی خود ساختہ اغراض و مقاصد کو پورا کر سکیں

ارحم الراحمین کی شانِ رحمت سے اُمید رکھتا ہوں کہ وہ ہمیں اس مسلک صحیحہ پر قائم و دائم رکھے اور زیادہ سے زیادہ انوارِ نبوت سے مستنیر ہونے کے مواقع عطا فرماتا رہے۔ آمین بجاہ نبی الکریم صلی اللہ تعالیٰ وآلہ واصحابہ اجمعین!

اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ؕ
رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ؕ وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ
التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ؕ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى نُوْرِ الْاَنْوَارِ وَالنَّبِيِّ الْمُخْتَارِ
وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ